ضبط وترتیب: منہاج الاسلام داؤدی

بیانات تقریب ختم بخاری شریف، دارالعلوم مدنیہ، بہاول پور

(۱)

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ کے سلسلہ کے عظیم مرشد

جانشین قائد اہل سنت، پیر طریقت، شیخ الحدیث

حضرت مولانا **حبیب الرحمن سومرو** صاحب مدظلہ العالی

واحد خلیفہ مجاز: قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نوراللہ مرقدہ

(**نوٹ**: اچانک بجلی جانے کی وجہ سے حضرت کے بیان کا ابتدائی حصہ ریکارڈ نہ ہوسکا۔)

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کے لیے ایسے ذرائع پیدا فرمائے کہ آدمی حیران ہوجاتا ہے، دنیا والوں کی بڑی خواہش اور دلی تمنا ہوتی ہے کہ فلاں شاعر کا کلام محفوظ ہو، فلاں کا مضمون محفوظ ہو، لیکن آج تک کسی بھی شاعر کے کلام کے بکثرت کیا چند ایک حفاظ بھی آپ کو نہیں ملیں گے، اس کے برعکس صرف اس ایک شہر کے مدارس اور مساجد میں سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں آپ کو قرآن کریم کے حفاظ نظر آئیں گے، جن کے سینے میں اللہ جل شانہ نے اپنی امانت کو محفوظ فرمایا۔ یہ کتنی بڑی بات ہے۔

اللہ جل شانہ کی کتنی بڑی شان ہے کہ دین کی حفاظت کے لیے ایک ایسی قدوسی جماعت تیار فرمائی جسے اللہ نے عجیب قسم کے حافظے عطا فرمائے۔

جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھیں، آپ امت کے اندر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے اتقیٰ اور اعلم ہیں، سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں، علماء فرماتے ہیں کہ جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اونٹوں اور گھوڑوں کی سات سات نسلیں تک یاد تھیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث سنتا تھا تو مجھے یاد نہیں ہوتی تھیں، میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! میں آپ سے سنتا ہوں لیکن مجھے یاد نہیں ہوتیں، تو آپ نے فرمایا: اپنی چادر بچھاؤ، میں نے چادر بچھائی، آپ نے اس پر کچھ دم فرمایا، اور فرمایا: اسے اپنے سینے سے لگاؤ! میں نے اپنے سینے سے اسے لگایا تو ''فمانسیت بعدہ شیئا'' اس کے بعد میں کچھ بھی بھولا نہیں۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ تیس پاروں کے اندر اللہ کا کلام ہے، اسے ہم کلام اللہ کہتے ہیں، یہ وحی متلو ہے۔ اور جو احادیث کی شکل میں ہے وہ بھی وحی ہے لیکن وحی غیر متلو ہے، یہ دونوں دین اور شریعت ہیں، ایک طرف علم ہے اور ایک طرف امام الانبیاء نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسوۂ حسنہ اور آپ کی عملی زندگی ہے۔ اس علم وعمل کے مجموعے کا نام شریعت ہے۔

مدارس علم کی شکل ہیں اور مسجد اس پر عمل کی شکل ہے، جس طرح اللہ نے قرآن وحدیث کو جمع فرمایا ہے،

اسی طرح مدارس ومساجد کا بھی آپس میں اس طرح کا ساتھ ہے۔ اللہ نے ان کو جمع فرمایا، ان میں اتحاد پیدا فرمایا کہ مسجدیں مدرسے ہیں، وہیں پر حفاظت دین کی جاتی ہے، علم وعمل سکھایا جاتا ہے، کبھی مدارس کو مساجد سے اور مساجد کو مدارس سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ یہ علوم کے سیکھنے کا اور علوم پر عمل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ ان کی حفاظت اللہ نے اپنے ذمہ لی ہے۔

یہاں حاضری کا اصل مقصد بیان نہیں تھا، مختصرا کچھ عرض کر دیا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ جل شانہ اس جامعہ مدنیہ کو ''شجرہ مثمرہ'' بنائے، تشنگان علوم کے لیے اسے مرکز، مرجع اور ماویٰ بنائے۔ اللہ جل شانہ قیامت تک، اور ابدالآباد تک اسے قائم ودائم اور آباد رکھے۔ اور جتنے معلمین و متعلمین ہیں، فارغ ہونے والے طلباء ہیں ان سب کو اللہ جل شانہ علم وعمل اور صحیح اخلاص کی دولت نصیب فرمائے۔ ہمیں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے فیوضات سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

☆......☆......(۲)......☆......☆

حکیم العصر، استاذ العلماء، شیخ الحدیث

حضرت مولانا **عبدالمجید لدھیانوی** صاحب مدظلہ العالی

[امیر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ......شیخ الحدیث: جامعہ اسلامیہ باب العلوم، کہروڑ پکا]

بعد از خطبہ مسنونہ، وحدیث مبارک۔

ایک دفعہ ایک اعرابی۔ اعرابی ان لوگوں کو کہتے تھے جو غیر مستقل آبادیوں میں رہتے ہیں، جن کو ہماری زبان وہماری اصطلاح میں عام طور پر خانہ بدوش لوگ کہتے ہیں۔ جہاں گھاس پانی ملا، اپنی بکریاں اونٹ چرائے، اور اگر وہاں گھاس پانی ختم ہو گیا تو وہاں سے اٹھے، کسی دوسری جگہ جا کے بیٹھ گئے۔ یہ غیر مستقل آبادی۔ اور ان لوگوں کو بادیہ نشین بھی کہتے تھے، جنگل میں رہنے والے، اہل بدو بھی کہتے ہیں، اور بدّو کا لفظ بھی اسی سے لیا گیا ہے، بدّو کا معنیٰ بدو میں رہنے والے، جنگل میں رہنے والے۔ عربی میں ان کو اعرابی کہتے ہیں۔

ایک اعرابی آیا، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر اس نے ایک سوال کیا کہ یارسول اللہ، قیامت کب آئے گی؟ متی الساعة......آپ نے فرمایا: ویحك، ماعادت لها؟ ویحک لفظ محاورۃ ایسے بول دیا جاتا ہے اس کا معنی مقصود نہیں ہوا کرتا، مطلب اس کا یہ تھا کہ تُو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے کہ تجھے اتنا شوق چڑھا ہوا کہ قیامت کب آئے گی؟۔ کیا تیاری کی ہے تو نے قیامت کے لیے؟ وہ کہنے لگا: یارسول اللہ! میں نے قیامت کے لیے کوئی خاص تیاری تو نہیں کی، لیکن مجھے اللہ اور اللہ کے رسول سے محبت ہے۔ آپ نے فرمایا: انـــت مـــع مـــن احببـــت۔ تُو اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تیری محبت ہے۔ محبت کی بنا پر رفاقت، یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ صحابہ کرام کو ایمان لانے کے بعد جتنی خوشی اس بات کے سننے کی ہوئی، حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے کسی دوسری بات پر اتنا خوش ہوتے ہوئے صحابہ کو نہیں دیکھا۔ جتنی خوشی اس بات کی ہوئی کہ رسول اللہ نے فرمایا: تو اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تیری محبت ہے۔

یہ محبت کا قصہ میں کیوں لے کے بیٹھ گیا؟ یہ بعد میں بتاتا ہوں آپ کو۔

قرآن کریم میں سورہ مریم کے آخری رکوع میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات، سیجعل لھم الرحمن وُدّا'' وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، ''سیجعل لھم الرحمن وُدا'' س تاکید کے لیے لے لیں، اللہ ضرور ان کے لیے ''وُد'' بنادے گا ود۔ اور ''ود'' اور ''حب'' دونوں کا ایک ہی معنی ہے وَدَّ یود، محبت کرنا، قرآن کریم میں بار بار لفظ آیا ہوا ہے ربما یود الذین کفروا۔ ودالذین کفرو۔ مودت محبت کو کہتے ہیں، مودت فی القربی، قرآن کریم میں لفظ موجود ہے۔ تو ایمان اور عمل صالح کے نتیجے میں اللہ نے فرمایا جو ایمان لاتے ہیں، نیک عمل کرتے ہیں، ان کے لیے اللہ تعالیٰ وُد بنادے گا وُد، محبت بنادے گا۔

بات تو طالب علموں والی ہے، لیکن میں کوشش کرتا ہوں سادہ الفاظ میں اس کو سمجھانے کی، وُد مصدر ہے، محبت کرنا۔ اللہ وُد بنادے گا تو ود تو مصدر ہے۔ اور مصدر جب استعمال ہوتا ہے تو اس کا کوئی فاعل بھی ہوتا ہے، مفعول بھی ہوتا ہے، مومنین کے لیے اور نیک لوگوں کے لیے اللہ محبت بنادے گا،

[۱] کون محبت کرے گا؟ [۲] کس سے کرے گا؟

جب تک یہ دو باتیں واضح نہ ہوں مفہوم واضح نہیں ہوتا۔ محبت کون کرے گا؟ اور کس سے کرے گا؟۔ فاعل بھی چاہیے اور مفعول بھی چاہیے۔ اب اس میں ترکیب کے طور پر متعدد احتمالات ہیں۔

[۱] اللہ ان بندوں سے محبت کرے گا۔

[۲] اللہ ان بندوں کے دل میں اپنی محبت ڈال دے گا۔

[۳] اللہ ان بندوں کے دل میں مخلوق کی محبت ڈال دے گا۔

[۴] مخلوق کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دے گا۔

[۵] اللہ ان کے دلوں میں ان کی اپنی محبت ڈال دے گا۔ پانچ احتمال نکل سکتے ہیں......

۱......جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں، اللہ ان کو یہ مقام دے گا کہ اللہ ان کے ساتھ محبت کرے گا۔

۲......جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں، اللہ ان کے دلوں میں اپنی محبت ڈال دے گا۔

یہ دو احتمال بہت واضح ہیں، اللہ ان سے محبت کرے گا، وہ اللہ سے محبت کریں گے۔ قرآن کریم میں زیادہ واضح یہ احتمال ہیں جو ذکر کر رہا ہوں، کیونکہ دوسری جگہ قرآن کریم میں ہی مذکور ہے ''سوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین، یجاھدون فی سبیل اللہ ولایخافون لومۃ لائم'' اللہ ایسے لوگوں کو لے آئے گا، ''یحبھم'' اللہ ان سے محبت کرے گا، ''ویحبونہ'' اور وہ اللہ سے محبت کریں گے۔ یہ دو درجے آگئے۔ ایسی جماعت اللہ تعالیٰ لائے گا کہ اللہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے۔

اور ان محبوں اور محبوبوں کی کیا خصلت ہوگی؟ جو اللہ کے محبّ بھی ہوں گے اور اللہ کے محبوب بھی ہوں گے۔ ''والذین آمنوا اشد حبا للہ'' عشق کا لفظ قرآن وحدیث میں نہیں آیا، شدۃ حب کا لفظ آیا ہے۔ یہ لفظ بولنے کی گنجائش ہے کہ بندے اللہ پہ عاشق ہوگئے، لیکن اللہ کے لیے لفظ ''عشق'' کا استعمال چونکہ ثابت نہیں اس لیے ذرا یہ مناسب نہیں، یہ تو ہے اللہ اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے، لیکن یہ کہیں کہ اللہ اپنے بندوں پہ عاشق ہے یہ عنوان

حدیث وقرآن میں نہیں آیا، اور شاید مناسب بھی نہ ہو، کیونکہ لفظ عشق میں محبت کے اندر بے قراری کی طرف اشارہ ہوتا ہے، اور یہ بے قراری بندوں کے لیے ہوتی ہے۔ اس کی نسبت اللہ کی طرف کرنا شاید مناسب نہ ہو۔ بہر حال اللہ ان سے محبت کرے گا وہ اللہ سے محبت کریں گے۔ اوران کی عادات کیا ہوں گی؟ خصلتیں کیا ہوں گی؟

۱......مومنوں کے حق میں بڑے نرم ہوں گے، آپس میں ایک دوسرے کے حق میں بہت نرم ہوں گے، اذلة یہ ذلیل کی جمع ہے، ذلیل عربی کا لفظ ہے اس کا وہ مفہوم نہیں جو ہمارے ہاں ذلیل کے لیے بولا جاتا ہے۔ کہ بڑا ذلیل آدمی ہے۔ ہم جو کہتے ہیں، عربی میں اس کا یہ معنیٰ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے، 'لقد نصر کم الله ببدر و انتم اذلة' 'اذلہ کا لفظ بولا ہے۔ اللہ نے تمہاری مدد کی بدر میں اس حال میں کہ تم اذلہ تھے۔ اذلہ جمع ذلیل کی، اگر ہم کہیں کہ اللہ کہتا ہے کہ میں نے بدر میں تمہاری مدد کی، کون تھے جن کی مدد کی تھی؟ صحابہ کرام تھے۔ اورتم اس وقت اذلہ تھے۔ ذلیل تھے۔ تو ذلیل کا وہ مفہوم نہیں جو ہمارے ہاں پنجابی میں ہوتا ہے، ذلیل کا معنیٰ کمزور۔ کم طاقت والے، نرم، نرم مزاج، جن کے مزاج میں سختی نہ ہو۔

اذلة علی المومنین ،مومنین کے بارے میں ان کا مزاج بہت نرم ہوگا۔ آپس میں محبت کریں گے، ایک دوسرے کی بات کو برداشت کریں گے، ایک دوسرے کے مقابلے میں قوت کا مظاہرہ نہیں کریں گے۔ یہ اللہ کے محبوبوں کی صفت ہے۔ مومنین کے لیے نرم ہوں گے، نرم خو ہوں گے۔

۲......اعزة علی الکافرین،لیکن کافروں پر بڑے سخت ہوں گے، کفر کے مقابلے میں نرمی نہیں ہوگی ان محبوبوں کے مزاج میں، ''عزت'' غلبے کو کہتے ہیں، ذلت کے مقابلے میں تو جیسے ''ذلت'' میں کمزوری ہوتی ہے اسی طرح ''عزت'' میں غلبہ اور قوت ہے۔ کافروں کے مقابلے میں یہ بہت قوت والے ہوں گے، بہت غلبے والے ہوں گے۔

۳......اگلا لفظ، جس کا استعمال آج کل کے معاشرے میں جرم بنا ہوا ہے، اللہ کے محبّ اور اللہ کے محبوب 'یجاھدون فی سبیل الله' اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے۔

۴......لایخافون لومة لائم کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈریں گے نہیں، خوف نہیں کریں گے۔ ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرنے کا کیا مطلب ہے، آج کل ہمارے ہاں گھروں کے اندر، شادیوں کے موقعوں پر اور موتوں کے موقعوں پر جتنی رسوم ہوتی ہیں وہ سب ''خوف لومة لائم'' ہیں۔

یہ لومة لائم کیا چیز ہے؟ لوگ کیا کہیں گے، اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو فلاں کیا کہے گا، برادری کی طرف سے ملامت کا ڈر ہے، دوسرے عام لوگوں کی ملامت کا ڈر ہے، اس لیے ملامت کا خوف ہمیں اللہ کی نافرمانی پر برانگیختہ کرتا ہے۔ ہم، لوگوں کی ملامت برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، اللہ کے نافرمان بن جاتے ہیں۔ لوگ کیا کہیں گے اور یہ کبھی نہیں سوچتے کہ اللہ کیا کہے گا۔

اب یہ جہاد کے ساتھ جو آیا ہے لایخافون لومة لائم ،اس کا مفہوم اگرچہ عام ہے، لیکن آج کے دور میں یہ بات جہاد کے ساتھ بڑی مناسبت رکھتا ہے۔ جہاد کا نام نہ لو، لوگ کیا کہیں گے، یہ دہشت گرد ہیں دہشت گرد۔ جہاد کا نام نہ لو، لڑنے مرنے کا نام نہ لو، لوگ کہیں گے دہشت گرد ہے۔ اب یہ ہے جو خوف لومة لائم سے ہم نے یہ ترک کر دیا۔

یہ محبّ ومحبوبوں کی جماعت کا اللہ نے تعارف کرایا کہ میرے محبوب وہ ہوں گے، یجاھدون فی سبیل

الــلــه، جواللہ کے راستے میں جہاد کرینگے۔ اسی کی وضاحت دوسری آیت میں سورۃ صف میں موجود ہے، عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم بیٹھے آپس میں مذاکرہ کر رہے تھے، صحابہ کی جماعت، ہمارے مذاکرے میں یہ بات آ گئی کہ اگر ہمیں یہ پتہ چل جائے کہ اللہ کو کون سا عمل پسند ہے تو ہم وہ کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ ان کے سامنے یہ بات ہوئی، اس سوال کا جواب اللہ نے قرآن میں دیا ہے کہ تم جو پوچھتے ہو کہ اللہ کو کون سا عمل پسند ہے، ہم وہ عمل کریں گے۔ تو یا تو بات کہو نہ یا پھر کر کے دکھاؤ، لم تقولون مالاتفعلون۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ زبان سے کہتے ہو تو کر کے دکھاؤ۔ کہتے کیوں ہو جو کرتے نہیں ہو۔ اس کا تعلق ہے لاف زنی کے ساتھ، بڑھکیں مارنا، پھڑیں مارنا جس کو ہم اپنی زبان میں کہتے ہیں۔ بہتی پھڑیں نہ مارا کرو، اگر منہ سے نکالتے ہو تو پھر کر کے دکھاؤ۔

پہلے تو یہ کہا کہ......منہ سے کہتے ہو کہ ہمیں محبوب عمل کا پتہ چل جائے تو ہم ویسا کریں، یہ کہتے ہو تو کر کے دکھاؤ پھر، میں بتاتا ہوں محبوب عمل کیا ہے، ''ان الــلــه یــحــب الــذیــن یــقــاتــلــون فی سبیله صفاً کانّهم بنیانٌ مــرصــوص'' لیجیے! اللہ محبت کرتا ہے ان لوگوں کے ساتھ جو اللہ کے رستے میں قتال کرتے ہیں قتال۔ لفظ ''قتال'' ہے، ''جہاد'' کے لفظ میں تو میرے جیسے بزدل کئی تاویلیں کر لیں گے، قتال میں کیا تاویل کریں گے؟ جہاد میں تو تاویلیں ہو جاتی ہیں، قلمی جہاد بھی ہوتا ہے، مالی جہاد بھی ہوتا ہے، قولی جہاد بھی ہوتا ہے، فعلی جہاد بھی ہوتا ہے، تقسیم در تقسیم، تقسیم در تقسیم کرتے کرتے ہم اپنے لیے کوئی سوراخ تلاش کر لیتے ہیں گھسنے کے لیے، کہ یہ فرض ہم ادا کر رہے ہیں، یوں کر رہے ہیں، یوں کر رہے ہیں۔ قتال میں کیا تاویل کریں گے۔ قتال تو لفظ قتل سے لیا گیا ہے، اور قتال کا معنیٰ: آپس میں لڑنا۔ تو ''ان الــلــه یــحــب الذین یقاتلون فی سبیله'' یہاں یجاھد کا لفظ نہیں ہے۔ اللہ پسند کرتا ہے ان لوگوں کو جو اللہ کے رستے میں لڑتے ہیں، اور اس طرح سے جم کے لڑتے ہیں جس طرح سے چونا گچ دیوار ہوتی ہے، جو ہلائے نہیں ہلتی۔ اللہ ان سے محبت کرتا ہے۔ یجاھدون فی سبیل الله، یقاتلون فی سبیل الله۔ یقاتلون نے آ کر یجاھدون فی سبیل الله کی تفسیر کر دی، کہ محبوب عمل وہ اللہ کے رستے میں جہاد کرنا ہے اور جہاد سے یہاں مراد اس کی اعلیٰ قسم ہے۔

اور اس بارے میں کسی کی پرواہ نہیں کریں گے کہ کوئی کیا کہتا ہے کیا نہیں کہتا، لایخافون لومۃ لائم، کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے۔ میں ایسی جماعت لے آؤں گا ''سوف یــاتــی الــلــه بقوم یــحــبهــم'' اللہ ان سے محبت کرے گا وہ اللہ سے محبت کریں گے۔ اور یہ کام ہو گا کہ مومنوں کے حق میں بہت نرم، کافروں کے بارے میں بڑے مضبوط اور اللہ کے رستے میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے۔ یہ اللہ نے تعارف کرایا ہے اپنے محبوبوں کی جماعت کا۔ اس میں دونوں درجے آ گئے، [۱] اللہ محبت کرے گا ان کے ساتھ [۲] وہ محبت کریں گے اللہ کے ساتھ۔ اور اس سے اگلا درجہ

۳......کہ اللہ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دے گا۔ یہ تیسرا درجہ ہے، اس کی وضاحت حدیث میں موجود ہے، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جب اللہ تعالیٰ کو کسی بندے کے ساتھ محبت ہو جاتی ہے، ''اذااحب الله عبداً'' تو اللہ جبرئیل کو بلاتا ہے اور جبرئیل سے کہتا ہے کہ مجھے فلاں بندے سے محبت ہے تو بھی محبت

کر۔ اور یہ حکم تکوینی ہوتا ہے۔ تکوینی کا مطلب اہل علم سمجھتے ہیں، اختیاری نہیں ہوتا، جب اللہ نے کہا محبت کر، جبرئیل کے دل میں فوراً اس بندے کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ تکوینی حکم ہے۔ اب جبرئیل کے دل میں محبت پیدا ہو گئی، تو جبرئیل ساتویں آسمان پر اعلان کرتا ہے کہ فلاں بندے سے اللہ محبت کرتا ہے تم سب بھی اس سے محبت کرو، یہ حکم بھی تکوینی ہوتا ہے۔ ان سب کے دل میں بھی محبت پیدا ہو گئی۔ پھر چھٹے پہ اعلان ہوتا ہے، پھر پانچویں پہ، پھر چوتھے پہ، پھر تیسرے پہ، پھر دوسرے پہ، پھر پہلے آسمان پر، ''ثم یوضع قبولہ فی الارض'' پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولیت زمین میں اتار دی جاتی ہے۔ اور وہ قلوب جو اغراض نفسانیہ سے خالی ہوتے ہیں...... یہ لفظ یاد رکھنا...... جو اغراض نفسانیہ سے خالی ہوتے ہیں، صاف قلوب جن کا اللہ سے تعلق ہوتا ہے، اس بندے کی قبولیت ان دلوں میں اتار دی جاتی ہے۔ یہ لفظ میں نے اس لیے بڑھایا کہ ضد کرنے والے تو ضد کرتے ہیں، نبیوں کے ساتھ بھی کرتے ہیں، اولیاء کے ساتھ بھی کرتے ہیں، وہ نہیں مراد، ضد کرنے والے نہیں مراد۔ جن کے دل صاف ہیں، اغراض کے بندے نہیں ہیں، اپنے مفاد کے لیے لڑنے والے نہیں ہیں، ان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے تو وہ مراد ہے۔ وہ قبولیت ان کے دلوں میں اتار دی جاتی ہے وہ سارے اس نیک بندے سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔

آپ اللہ کے محبوب ہیں یا نہیں! اس کے جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ (یہ دیکھا جائے کہ) اہل اللہ آپ کے ساتھ محبت کرتے ہیں یا نہیں کرتے۔ اگر اللہ والے آپ سے محبت کرتے ہیں تو یہ علامت ہے اس بات کی کہ آپ اللہ کے محبوب ہیں۔ اللہ والوں کی محبت کسی کے ساتھ یہ اللہ کے نزدیک مقبولیت کی دلیل ہے۔ کہ یہ اللہ کا محبوب بندہ ہے۔ تو اس کی قبولیت لوگوں کے دلوں میں آ جاتی ہے۔

اور بالکل اس کے برعکس ساتھ ہی دوسری بات ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ کو کسی بندے سے نفرت ہوتی ہے تو وہ جبرئیل سے کہتے ہیں کہ مجھے فلاں سے نفرت ہے تو بھی نفرت کر، جبرئیل اسی طرح سے اعلان کرتا ہے، ساتویں آسمان والے فرشتے بھی نفرت کرنے لگ جاتے ہیں، چھٹے والے اسی طرح پہلے تک، آخر وہ بغض اور مبغوضیت دنیا میں اتار دی جاتی ہے، تو صاف قلوب والے اچھے لوگ، اہل اللہ اُس آدمی سے نفرت کرنے لگ جاتے ہیں۔

یہ نفرت اور بغض اور محبت یہ اللہ کی جانب سے اترتی ہے، دلوں میں اس نیک بندے کی محبت ڈالی جاتی ہے، اور دلوں کے اندر بغض ڈالا جاتا ہے اس برے انسان کا۔ اہل اللہ، نیک لوگ جن کا کسی کے ساتھ کوئی غرض، مقصد اور ضد نہیں ہے ان کے نزدیک کسی کا مبغوض ہو جانا یہ علامت ہے اللہ کے نزدیک مبغوض ہونے کی۔

۴......آگے ایک درجہ میں نے نکالا تھا کہ اس آدمی کے دل میں اللہ کی مخلوق کی محبت ڈال دی جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو اللہ والا ہوتا ہے اسے اللہ کی مخلوق سے بھی محبت ہوتی ہے، اس لیے وہ صبح شام رات دن تڑپتا ہے کہ اللہ کی یہ مخلوق جہنم میں نہ جائے، اس کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے اس میں بے قراری ہوتی ہے۔ اور وہ رات دن فکر مند ہوتا ہے۔ یہ علامت ہے اس بات کی اس اللہ کے بندے کے دل میں اللہ کی مخلوق پر شفقت ہے۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم رات دن فکر مند اور غمگین رہتے تھے اپنی امت کے بارے میں کہ یہ جہنم کی

طرف کیوں بھاگے جارہے ہیں! حتیٰ کہ کئی جگہ اللہ تعالیٰ کو تسلی دینی پڑی ''لعلك باخع نفسك علیٰ آثارھم ان لم یؤمنوا '' آپ کا حال تو ایسے لگتا ہے کہ تُو تو ان کے پیچھے اپنی جان کھودے گا۔ اگر یہ ایمان نہ لائے تو۔ ''لعلك باخع نفسك '' اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کیفیت کا تذکرہ ہے۔ ''ان لم یؤمنوا '' اگر یہ ایمان نہیں لائیں گے تو تُو تو اتنا غمزدہ ہے کہ تو اپنی جان کھودے گا۔ کہیں کہا کہ آپ کی ذمہ داری نہیں ہے، آپ نے پہنچا دیا۔ مانتے ہیں مانیں، نہیں مانتے تو چھوڑو۔ آپ کو فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تسلیاں دیتا ہے اپنے پیغمبر کو۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر کے دل میں کتنا درد تھا مخلوق کا۔ کہ اس مخلوق کو اللہ کے عذاب سے بچایا جائے۔ تو انبیاء کے جانشین اللہ کے مقبول بندے، ان کے دل کے اندر بھی مخلوق کا درد ہوتا ہے۔

یہ لوگ کہتے ہیں کیا ضرورت ہے کسی کے پیچھے پڑنے کی؟ یہ ضرورت نہیں مجبوری ہے۔ نبی کے جانشین ہونے کی بنا پر یہ مجبوری ہے، کہ اللہ کی مخلوق کو جہنم سے بچانے کی کوشش کی جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری مثال اور میرے لائے ہوئے دین کی مثال ایسے ہے جیسے جنگل میں کوئی آگ جلائے، جلانے کا مقصد ہے کہ لوگ اس کی گرمی اور روشنی سے فائدہ اٹھائیں، لیکن یہ کیڑے مکوڑے اور پتنگے اِدھر اُدھر سے بھاگ کر آتے ہیں اور آگ میں چھلانگیں مارنے لگ جاتے ہیں، وہ بیچارہ ایک ایک کو پکڑ پکڑ کر دور ہٹاتا ہے، فرمایا: میں بھی تمہیں کمر سے پکڑ کے کھینچ کھینچ کے دور ہٹا رہا ہوں، آگ سے دور ہو جاؤ، آگ سے دور ہو جاؤ، آگ میں چھلانگیں نہ لگاؤ، یہ آپ نے اپنی اس کیفیت کا تذکرہ کیا۔ کہنے والے نے تو شاید اپنی کیفیت میں جو کہا ہوگا مبالغۃً کہا ہے،

خنجر چلے کسی پر تڑپے ہیں ہم امیر ..... سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

ہمیں صرف اپنا درد نہیں۔ سارے جہاں کا درد ہے، یہ بھی اللہ کے نزدیک مقبولیت کی ایک علامت ہے کہ مخلوق کو عذاب سے بچانے کی کوشش کی جائے، یہ منصب ہے اللہ کے محبوبوں کا۔ یہ تڑپ مخلوق کو سیدھے رستے پہ لانے کے لیے ہے۔

یہ نہ سمجھا کرو کہ یہ مولویوں کو پتہ نہیں کیا ہے یہ خوامخواہ دوسروں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، خوامخواہ نہیں بھائی! یہ ہماری مجبوری ہے۔ ہمارے منصب کا تقاضا ہے۔

۵......اور پھر پانچواں درجہ میں نے یہ بتایا تھا کہ اس شخص کے دل میں اپنی محبت ڈال دی جاتی ہے، انسان اپنے ساتھ محبت کرتا ہے اور اپنے ساتھ محبت کرنے کا یہی معنی ہے کہ اس کو ان کاموں کی توفیق ہوتی ہے جن سے اس کی جان عذاب سے بچے اور ایسے کام کرنے کی توفیق ہوتی ہے جن سے اس کو جنت ملے۔ تو انسان اپنے کردار میں فکرمند ہو جاتا ہے کہ مجھ سے کوئی ایسی حرکت نہ ہو جس کی بنا پر میں اللہ کے عذاب میں چلا جاؤں۔

اور جن کا یہ درجہ نہیں ہوتا ان کا تعارف اللہ نے سورہ حشر کے آخری رکوع میں کرایا ہے ''لاتکونوا کالذین نسوا الله فانسٰھم انفسھم '' ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو اللہ کو بھول گئے، اور اللہ کو بھولنے کی سزا ان کو یہ ملی کہ وہ اپنے آپ کو بھول گئے۔ اپنے آپ سے اللہ نے ان کو غافل کر دیا۔

اب وہ نہ سوچتے ہیں نہ سمجھتے ہیں، ان کو کوئی پتہ نہیں کہ ہمارے گھر سے حیا رخصت ہو رہی ہے۔ ان کو کوئی

پتہ نہیں کہ ہمارے دلوں سے ایمان رخصت ہو رہا ہے، ان کو کوئی پتہ نہیں کہ ہمارے گھر سے شرافت رخصت ہو رہی ہے، آنکھیں بند کر کے سرپٹ دوڑے چلے جا رہے ہیں، مخلوط تعلیم ہے تو بچیاں جا رہی ہیں، بے حیائی کے حلقے ہیں تو گھر گھر میں لگے ہوئے ہیں، ناچ گانے کا نظم ہر گھر میں ہے، صبح شام، رات دن ڈرامے وغیرہ سب گھروں میں ہو رہے ہیں۔ اور اللہ کی رحمت کو دھکے دے دے کے ہر گھر سے نکالا جا رہا ہے۔ اور انہوں نے کبھی سوچا ہی نہیں کہ ہم اپنا کیا نقصان کر رہے ہیں۔ نہ یہ فکر ہے کہ ہمارا ایمان جا رہا ہے، اور نہ یہ فکر ہے کہ حیا جا رہی ہے، اور نہ یہ فکر ہے کہ اسلامی قومی غیرت ختم ہو رہی ہے، اوپر سے لے کر نیچے تک اتنی تیزی کے ساتھ بے غیرتی کا انقلاب آ رہا ہے، بے حیائی کا انقلاب آ رہا ہے، بے ایمانی کا انقلاب آ رہا ہے، ہم تو صبح شام رات دن اس فکر میں پڑے ہوئے ہیں کہ یا اللہ! آنے والی نسل کا کیا بنے گا؟ اس کی حیا کا کیا ہوگا؟ اس کے ایمان کا کیا ہوگا؟ سوچتے ہی نہیں لوگ۔

آج جو بچے ان تعلیمی اداروں میں جا رہے ہیں جہاں مخلوط تعلیم شروع ہوگئی، جہاں ابتدا سے انگلش شروع ہوگئی، جہاں ابتدا ہی سے عیسائی تہذیب شروع ہوگئی، اڑھائی اڑھائی، تین تین سال کے بچے جا رہے ہوتے ہیں تو گلے میں ٹائیاں لٹکی ہوئی ہوتی ہیں، اور اتنا ان کو مانوس کیا جا رہا ہے اس مغربی تہذیب کے ساتھ کہ چند سالوں کے بعد ایسا ہوگا کہ مسلمان شکل کا بچہ تلاش کرنا مشکل ہوگا۔ یہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرو۔ واقعۃً طبیعت میں سرور آتا ہے جب ہم کسی جگہ جاتے جاتے دیکھتے ہیں (پینٹ کی بجائے) شلوار (پہنے ہوئے ہے) اور ٹوپی بچے کے سر پر ہے، ہم سمجھ لیتے ہیں کہ یہاں لازماً آس پاس کوئی مدرسہ ہے۔ جہاں مسلمان بچوں کی شکلیں نظر آتی ہیں، اور بچوں کی شکل مسلمانوں جیسی نظر آتی ہے، میری تو کیفیت یہ ہے کہ فوراً دل میں خیال آتا ہے کہ لازماً اس علاقے میں آس پاس کوئی مدرسہ ہے۔ جس نے بچوں کی شکل مسلمانوں جیسی رکھی ہوئی ہے۔ ورنہ پوری کی پوری قوم عیسائیت کی طرف ایسی بھاگی جا رہی ہے۔ علامہ اقبال نے تو اپنے دور میں کہا تھا، اس وقت تو ممکنا ابھی ابتدا تھی، آج تو معاملہ انتہا کو پہنچ گیا، علامہ اقبال کہتے ہیں

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود　　　　تم مسلماں ہو جن کو دیکھ کے شرمائیں یہود؟

شکلیں عیسائیوں جیسی، رسم رواج ہندوؤں جیسا، تم مسلماں ہو جن کو دیکھ کے شرمائیں یہود؟ یہ علامہ اقبال کہتا ہے، مولوی کا فتویٰ نہیں ہے۔ آپ کا علامہ اقبال کا شعر ہے۔ اور یہ بھی

ہم تو سمجھے تھے کہ لائے گی فراغی تعلیم　　　　کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

نئی تعلیم و نئی تہذیب سے دنیا خوشحال ہو جائے گی۔ ہم تو یہ سمجھے تھے، کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ۔ یہ کیا پتہ تھا کہ بے ایمانی بھی ساتھ ساتھ آ جائے گی اور یہ ساری نسل ملحد اور بے دین ہو کے رہ جائے گی اس تعلیم کے نتیجے میں۔!!!

یہ تو اللہ کا شکر ادا کرو ہمارے بزرگوں کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے، کہ اللہ کا یہ کرم ہے کہ اس نے ان کو منتخب کیا۔ انہوں نے دنیوی جاہ و جلال کو لات مار کر اپنے فقر و فاقہ کے ساتھ اس دینی تعلیم کو باقی رکھا جس سے مسلمانوں کا نام اور کام باقی ہے۔ مسلمانوں کی شکل اور صورت باقی ہے۔ ورنہ اگر یہ نہ ہوتا تو یہ ہندوستان ؟؟؟؟ بنا ہوا ہوتا نو سو سال حکومت کے بعد جب زوال آیا تو تلاش کرنے سے بھی کوئی مسلمان نہیں ملتا تھا۔ عیسائیت اس طرح سے غالب آ گئی۔ یہ معمولی بات نہیں ہے۔ اس لیے قدر کرو ان اداروں کی جنہوں نے اسلام کا نام باقی رکھا ہوا ہے۔

یہ سارے کے سارے قصے جتنے بھی ہیں یہ سارے محبت سے ناشی ہیں جو میں آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں۔ اور یہ میں نے قصہ چھیڑا اس لیے کہ ہمارے بھائی مولانا زبیر صاحب فتنوں کی نشاندہی کر رہے تھے۔ تو فتنوں سے بچنے کا صرف ایک ہی نسخہ ہے اور بلا مشقت۔ نہیں، مولانا رومی کی اصطلاح میں یوں کہہ لیجیے! رومی نے سمجھانے کے لیے کہا کہ ایک آدمی ایک کمرے میں رات کو لیٹ گیا، اس کا مکان تھا، چوہے اس کے گھر میں بہت تھے، وہ لکڑی لے کر بیٹھا ہوا ہے جب کسی طرف سے چوہا آتا تو لکڑی بجا کر اسے بھگاتا، کسی طرف سے محسوس ہوتا تو یوں یوں کر کے بھگاتا، اس نے کسی کے پاس شکایت کی کہ مجھے تو ساری رات چوہوں نے سونے نہیں دیا، ایک کو بھگاتا تو دوسرا آجاتا، اسے بھگاتا تو تیسرا آجاتا تھا۔ وہ کہنے لگا کہ اس کی بجائے تو ایک لائٹ جلا دیتا، کمرے میں روشنی کر دیتا تو خود بخود وہ بھاگ جاتے، (کیونکہ) چوہے اندھیرے میں آتے ہیں، اگر تُو روشنی کر دیتا، چراغ جلا دیتا تو یہ سارے خود ہی بھاگ جاتے۔

بالکل اسی طرح سے جتنے شیطانی طریقے ہیں، کبھی کوئی فتنہ اٹھ رہا ہے، کبھی کوئی فتنہ اٹھ رہا ہے، کبھی کوئی، ہر فتنے کا مقابلہ کرنا، ہر فتنے کو سمجھنا ہر کسی کا کام نہیں، ان سب فتنوں کا علاج ایک ہی ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت میں غرق ہو جاؤ، کوئی نہیں قریب آسکتا۔ اپنے مقام کو پہچان لو کہ ہم اللہ کے محبّ ہیں اور اللہ کے محبوب ہیں، اپنے محبوب کے خلاف، یا اس کی مرضی کے خلاف کوئی چیز برداشت کرنا یہ محبّ کا کام نہیں ہے۔ بس اتنا نکتہ ہے۔ جس کو دیکھو جو شریعت کے خلاف کام کرتا ہے، کوئی ہو، کسی قسم کا ہو، کوئی زبان بولے، چاہے وہ ڈاکٹر صاحب بن کر آئے، چاہے کوئی فلاسفر بن کر آئے، چاہے کوئی حاکم بن کر آئے، اگر وہ بات ایسی کرتا ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول کے خلاف ہے تو آپ کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ تھوک دو اُس پر۔

فتنوں کا صرف ایک ہی علاج ہے اور وہ اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت ہے۔ دلوں کے اندر یہ پیدا کرو، اور جب اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ محبت ہوگی، اللہ کی کلام قرآن کے ساتھ محبت ہوگی، رسول اللہ کے کلام حدیث کے ساتھ محبت ہوگی، قرآن پڑھنے پڑھانے والوں کے ساتھ محبت ہوگی، حدیث پڑھنے پڑھانے والوں کے ساتھ محبت ہوگی، فقہ والوں کے ساتھ محبت ہوگی۔ فقہاء ہمارے محبوب، محدثین ہمارے محبوب، اور یہ سارے دین کا کام کرنے والے جب ہمارے محبوب بن جائیں گے تو ہم بھی اس زنجیر میں ایسے جکڑے جائیں گے کہ کسی کی جرأت نہیں ہوگی کہ ہمیں کسی دوسرے کام کی طرف لے جائے۔ جب ہم اعتماد چھوڑ دیتے ہیں، اللہ کے رسول کی باتوں پر اعتماد چھوڑ دیا۔

اعتماد کی بات میں کیا بتاؤں آپ کو...... ایک آدمی ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے، ڈاکٹر اس کا پیشاب چیک کرتا ہے، پیشاب چیک کرنے کے بعد وہ کہتا ہے، تجھے تو شوگر ہے،...... ذرا بات توجہ سے سنیں...... آپ نے کبھی سوال نہیں کیا کہ مجھے دکھاؤ میں دیکھوں آنکھوں سے کہ یہ شوگر ہے۔ کبھی نہیں سوال کیا آپ نے، ڈاکٹر نے کہا شوگر ہے۔ آپ نے کہا اچھا؟ شوگر ہوگئی؟ اب کیا کروں؟ کہا: میٹھا نہ کھایا کر، بہت اچھا، اسی دن سے میٹھا چھوڑ دیا۔ ڈاکٹر کی بات پر اعتماد کر کے میٹھا چھوڑ دیا۔

ڈاکٹر نے بازو پر پٹی باندھ کے بلڈ پریشر دیکھا، اوہو! تجھے تو بہت بڑا بلڈ پریشر ہے، (تمہارا بلڈ پریشر بہت ہائی ہے۔) جی کیا کروں؟ نمک نہ کھایا کر، چکنائی نہ کھایا کر، تو ڈاکٹر پر اعتماد کر کے آپ نے چکنائی کھانی بھی چھوڑ دی، نمک کھانا بھی چھوڑ دیا۔ پھیکے پھاکے پہ گزارا کرنے لگ گئے۔ ایسے ہوتا ہے؟ (جی! ایسے ہی ہوتا ہے۔)

اب اگر اللہ کا رسول ہمیں یہ اطلاع دیتا ہے کہ: بھائی! اگر پیشاب میں احتیاط نہ کی، کپڑا پاک نہ رکھا، بدن پاک نہ رکھا تو قبر میں عذاب ہوگا، تو تمہیں ہزار اشکال پیدا ہوتا ہے۔ تو یہ اللہ پر اعتماد ہے؟ اللہ کے رسول پر اعتماد ہے؟ ڈاکٹروں کے کہنے پر تم نے اپنی ساری زندگی پھیکی کرلی، بے رونقی کرلی، میٹھا بھی چھوڑ دیا، نمک بھی چھوڑ دیا، چکنائی بھی چھوڑ دی، ڈاکٹر کی بات پر اعتماد کرکے، صرف اس نیت سے کہ مرنہ جاؤں۔ مرنا پھر بھی ہے۔ یہ نہیں کہ جنہوں نے چکنائی چھوڑ دی، میٹھانہ کھائیں وہ مرتے نہیں ہیں، مرنا پھر بھی ہے، لیکن اتنا اعتماد ہے ڈاکٹر پر کہ کبھی آپ نہیں پوچھتے کہ...... مجھے دکھاؤ تو سہی بلڈ پریشر ہوتا کیا ہے؟ یہ شوگر کیا ہوتی ہے، مجھے تو پیشاب میں کچھ نظر نہیں آرہی، تو جب تک دکھاؤ گے نہیں، میں نہیں مانتا...... کبھی نہیں کہتے۔ اس کو اعتماد کرنا کہتے ہیں۔

اللہ کی عمر دراز فرمائے۔ علامہ خالد محمود صاحب بڑے مزے کے آدمی ہیں، وہ فرماتے ہیں: ایک دفعہ کالج کے لڑکے کہیں جمعہ پڑھنے کے لیے گئے، تو واپس آکر مجھے کہتے ہیں کہ علامہ صاحب! آپ ہمیں کہتے رہتے ہیں کہ مولویوں کی تقریریں سنا کرو، آج ہم گئے تھے جمعہ پڑھنے، وہاں گئے تو مولوی استنجے کے مسئلے بیان کررہا تھا۔ دنیا چاند پہ پہنچ گئی ہے اور مولوی ابھی استنجا کررہا ہے۔ علامہ صاحب فرماتے ہیں میں نے پوچھا: کیا جو چاند پہ پہنچ گئے ہیں انہوں نے پیشاب کرنا چھوڑ دیا ہے؟ وہ پیشاب نہیں کرتے؟ کہنے لگے جی، پیشاب تو کرتے ہیں! میں نے کہا: جب تک انسان پیشاب کرتا رہے گا مولوی بھی استنجے کے مسئلے بیان کرتا رہے گا۔ اگر تم نے استنجے کے مسئلے سے بچنا ہے تو پیشاب کرنا چھوڑ دو۔

اوپر اگلا اضافہ میں کررہا ہوں...... یہ اشکال تمہیں مولوی پر ہے، صبح صبح جا کر لیبارٹریوں میں دیکھا کرو ڈاکٹر کتنے پیشاب سونگھ رہے ہوتے ہیں، یہ آدمی پیشاب شیشی میں لا کر دے رہا ہے، وہ پاخانہ ڈبی میں بند کرکے لا رہا ہے، وہ نطفہ ڈبی میں بند کرکے لا رہا ہے، اور ڈاکٹر صاحب نام لکھ لکھ کر جمع کررہے ہیں بعد میں خوردبین لگا لگا کر بڑے غور سے ان کو دیکھتا اور چیک کرتا ہے، ان سے تو جا کر کہو کہ نالائقو! دنیا چاند پر پہنچ گئی ہے اور تم ابھی پیشاب اور پاخانے چیک کرتے پھرتے ہو!! یہ ان سے کیوں نہیں کہتے؟ مولوی تو پیشاب پاخانے سے اتنا تعلق رکھتا ہی نہیں جتنا لیبارٹری میں ڈاکٹر رکھتا ہے۔ یہ کوئی خلاف واقعہ بات کہہ رہا ہوں؟ (نہیں!) میں نے خود کئی دفعہ دیا ہے پیشاب، ڈاکٹر صاحب کو، چیک کرنے کے لیے۔ یہاں کسی کو اعتراض نہیں ہے، بڑی خوشی کے ساتھ آپ فیس بھی دیتے ہیں اور ڈاکٹر بڑی خوشی کے ساتھ آپ کے پیشاب کو بڑے غور کے ساتھ خوردبینیں لگا لگا کر دیکھتا ہے۔ کبھی اشکال نہیں ہوتا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اللہ اور اللہ کے رسول کی نہ محبت رہی ہے اور نہ ان پر اعتماد رہا ہے۔ ہم اس مغالطے میں ہیں کہ ہم اللہ اور اللہ کے رسول سے محبت رکھتے ہیں۔ اتنا ہی اعتماد کرلو جتنا ڈاکٹر پر کرتے ہو۔ اب کہتے ہیں کہ جب تک دیکھیں گے نہیں، مانیں گے نہیں، اور یہ فلسفہ صرف مولوی کے سامنے ہے، ڈاکٹر کے سامنے نہیں ہے۔

تو ان سب فتنوں کا علاج ہے اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت، اور جس وقت محبت ہوجائے گی، پھر آپ اس کے خلاف سننے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔ اور ان شاء اللہ العزیز آپ کا ایمان محفوظ ہوجائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنا، اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا دلوں کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت کا آجانا اور اللہ والوں کے ساتھ محبت کی توفیق ہوجانا یہ پوری تفصیل جو میں نے آپ کے سامنے رکھی ہے، یوں سمجھو کہ ساری کی ساری اللہ کی مقبولیت کی دلیل

ہے۔اس راستے پر چلو تو ان شاء اللہ العزیز ایمان بھی محفوظ رہ جائے گا۔ ورنہ اگر وہی دجالی تہذیب کی تشکیک ہر معاملے میں شک پیدا کرتی چلی گئی...... کہ پتہ نہیں یہ بات ٹھیک ہے یا نہیں، یہ بھی غلط وہ بھی غلط، اس کا اعتبار نہیں، اس کا اعتبار نہیں......ایمان بھی کھو بیٹھو گے اور حیا بھی جائے گی، غیرت بھی جائے گی، نہ قومی غیرت، نہ شخصی غیرت، نہ خاندانی غیرت۔ یہ بہت تیزی کے ساتھ زوال آ رہا ہے۔ اور اس بارے میں فکر کرو کہ آپ کی آنے والی اولاد کا انجام کیا ہوگا۔

اس لیے آج کے دور میں تعلیم کی اہمیت پچھلے دور کے مقابلے میں زیادہ ہوگئی۔ جبکہ لوگ کہتے ہیں کہ اب ان کتابوں اور ان مدرسوں کی ضرورت نہیں، اب تو ٹیکنالوجی کا دور آ گیا ہے۔ حالانکہ ہم سمجھتے ہیں اتنی ضرورت پہلے نہیں تھی جتنی آج ضرورت ہے۔ اس لیے اپنی فکر کرو اور اپنی اولاد کی فکر کرو۔

یہ میں نے مختصر سی گفتگو آپ کے سامنے کی ہے صرف اللہ اور اللہ کے رسول سے محبت کے تذکرے کے طور پر۔ اور قرآن وحدیث اور دینی تعلیم کی اہمیت بیان کرنے کے لیے۔

باقی رہا سبق۔ وہ آپ جانتے ہیں کہ یہی روایت ہر مدرسے میں پڑھی جاتی ہے۔ جلسوں پر بیان ہوتی ہے، سنتے آپ رہتے ہیں، کوئی نئی بات اس میں ایسی نہیں ہوتی کہنے کہلانے کی۔ اس لیے صرف ترجمہ کرتا ہوں، باقی علمی طور پر جو مباحث ہیں ان میں زیادہ کچھ کہنے کی گنجائش نہیں ہے۔

امام بخاری نے اپنی کتاب کا آخری باب رکھا ہے وزن اعمال کے متعلق، وزن اعمال کا مطلب یہ ہے کہ عقیدہ نقل کیا ہے ان اعمال بنی آدم قولھم یوزن، قولھم پڑھیں گے تو یوزن، اقوالھم پڑھیں گے تو توزن۔ دونوں نسخے دیئے ہوئے ہیں۔ عملوں کو تولا جائے گا، اور تولے جانے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن سب کچھ محفوظ ہوگا اور سامنے لایا جائے گا۔

پرانے زمانے میں بعض عقل پرست لوگ اس بات پر اعتراض کرتے تھے کہ قول کا تو وجود ہی نہیں ہے، منہ سے نکلتا ہے، ختم ہو جاتا ہے۔ عمل ایک حرکت ہے، ختم ہوتی ہے، بس مٹ گئی، جب ان کا وجود ہی نہیں ہے تو تولے کیسے جائیں گے۔ ان کا اشکال اور ان کے جوابات علماء دیتے تھے، آج اس میں وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج تو ہمارے سامنے نئی ایجادات نے یہ مسئلہ اتنا واضح کر دیا ہے کہ آپ بھی جانتے ہیں بچے بھی جانتے ہیں کہ منہ سے نکلا ہوا قول اور نقل و حرکت ہم نے اپنی مشینوں کے ذریعے سے محفوظ کر لی ہے جو اللہ کی دی ہوئی عقل سے بنائی ہیں۔

آج اگر آپ ریکارڈ کر رہے ہوں گے میری ان باتوں کو، تو دس سال کے بعد بھی اگر سنیں گے تو میں نہیں ہوں گا لیکن میری باتیں ہوں گی۔ اور اگر مجمع کی حرکات کو ریکارڈ کر لیں تو آپ بھی نہیں ہوں گے، میں بھی نہیں ہوں گا لیکن یہ سارا مجمع موجود ہوگا۔ عمل بھی موجود ہوگا، حرکت بھی ساری کی ساری موجود ہوگی۔ یہ علامت ہے اس بات کی قول کا وجود بھی ہے قائل سے علیحدہ ہو کر اور عمل کا وجود بھی ہے عامل سے علیحدہ ہو کر۔ اب اس کا انکار کرنا حماقت اور بے وقوفی ہے۔ اس لیے اس پر زور لگانے کی نہیں ضرورت۔

اللہ نے ہمیں بتایا ہے کہ کراماً کاتبین، فرشتے، وہ بھی تمہاری ساری ڈائری مکمل کر رہے ہیں اور تمہارے

سارے کے سارے کام تمہارے بدن میں بھی ریکارڈ ہو رہے ہیں۔'تشھد علیھم سمعھم و ابصارھم' 'آنکھوں میں ریکارڈ، کانوں میں ریکارڈ۔'یکلمون ایدیھم و ارجلھم' 'ہاتھ اور پاؤں بولیں گے۔معلوم ہوتا ہے کہ سب کام ہاتھ اور پاؤں میں بھی ریکارڈ ہو رہے ہیں، ضرورت ہوگی تو ایسے اس کا بٹن دبایا جائے گا جیسے آپ اپنی کیسٹ کا دباتے ہیں تو آواز آنی شروع ہو جاتی ہے۔اس وقت انسان اپنے اعضا کو ملامت کرے گا،'لم تشھدعلینا' 'ہمارے خلاف تم نے گواہی کیوں دی؟ وہ کہیں گے'انطقنا الله الذی انقط کل شیء' 'ہم کیا کرتے، جس اللہ نے سب کو بلایا اس نے ہمیں بھی بلا لیا، ہم کیسے انکار کر سکتے تھے۔زمین مین سب کچھ ریکارڈ ہو رہا ہے۔'یو مئذتحث اخبارھا' 'زمین بھی خبریں بیان کرے گی۔زمین کی خبریں یہی ہیں کہ زمین کہے گی مجھ پر اس نے نماز پڑھی تھی، زمین کہے گی کہ مجھ پہ اس نے بدمعاشی کی تھی۔یہ ساری خبریں ریکارڈ ہو رہی ہیں۔تو یہ عقیدہ ہے۔'ان اعمال بنی آدم وقولھم یوزن' 'اور یہ دلیل ہے اس بات کی انسان کے اقوال، انسان کے اعمال محفوظ ہیں۔باقی لمبی لمبی بحثوں کی گنجائش نہیں ہے۔

اور حضرت امام کی عادت ہے کہ لفظ کی مناسبت سے قرآن کریم میں اور جگہ الفاظ آئے ہوئے ہوں تو ان کے معانی کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے۔قسط کا لفظ آیا تھا تو دوسری جگہ قسطاس ہے'وزنوبالقسطاس المستقیم' 'ہماری قرأت قِسطاس ہے، اس لیے لفظ کو قسطاس پڑھ رہا ہوں۔اگر چہ آپ کی قرأت میں ضمہ دے کے اس کو قُسطاس پڑھا گیا۔ممکن ہے دوسری قرأت قُسطاس ہو۔اس کا معنی بھی عدل ہے، جب باب افعال سے استعمال ہو تو انصاف کے معنی میں ہے، ان الله یحب المقسطین یہ لفظ بھی قرآن میں ہے۔مجرد سے استعمال ہو تو اس میں ظلم کا معنی بھی ہے'امالقاسطون فکانوا لجھنم حطبا یہ لفظ بھی قرآن میں موجود ہے، تو ان معانی کی طرف اشارہ کر دیا۔

آگے روایت ذکر کر دی، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو کلمے ہیں جو رحمان کو بہت محبوب ہیں، اور زبان پر ہلکے پھلکے ہیں......آپ سب نے پڑھ کر دیکھ لیا، اب پھر پڑھ لو، سبحان الله و بحمده سبحان الله العظیم کوئی لفظ اس میں ثقیل نہیں ہے جس کی ادائیگی مشکل ہو، نہایت آسانی کے ساتھ ادا ہو جاتے ہیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب۔......میزان میں (رکھے جائیں گے تو) بڑے وزنی (ہوں گے۔)......یہ دلیل ہے اس بات کی زبان سے نکلے ہوئے لفظ تولے جائیں گے۔یہ وزن اعمال کی دلیل ہے۔

لیکن عمل اور قول دونوں آپس میں لازم وملزوم ہیں، پیچھے دعویٰ دو کے متعلق ہے، دلیل ایک کے متعلق ہے، تو جن میں تلازم ہوتا ہے وہ ایک کی دلیل ہی دوسرے کی دلیل ہوتی ہے۔

آگے ان کلمات کا تذکرہ کر دیا، سبحان الله و بحمده سبحان الله العظیم۔اس کی وزن اعمال کے ساتھ مطابقت واضح ہے۔آخری آخری کتاب کا عنوان ''کتاب التوحید'' ہے، ان کلمات سے اللہ کی توحید کیسے ثابت ہوتی ہے؟ اور ان کلمات کی فضیلت کیا ہے؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق کیا تاکیدات کی ہیں؟ یہ موضوعات بہت لمبے لمبے ہیں اور آپ مختلف اوقات میں سنتے رہتے ہیں، خاص طور پر تبلیغی جماعت کی فضائل اعمال کی کتابوں میں پڑھتے بھی رہتے ہیں اور سنتے بھی رہتے ہیں، سناتے بھی رہتے ہیں۔

تو یہ خاتمہ بالخیر کی تعلیم ہے کہ ابتداء اخلاص کی تعلیم سے ہوئی، انما الاعمال بالنیات آگے سارا دین کا

تذکرہ کتاب میں کیا۔ وزن اعمال سے فکر آخرت آ گیا اور اس روایت کے آخر سے خاتمہ بالذکر، اللہ کے ذکر کے اوپر ختم کر دیا۔ تو حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے طرز میں ایک تفاؤل بھی ہے کہ خاتمہ اللہ کے ذکر پر ہونا یہ اللہ کی طرف سے انسان کے لیے بہت بڑی سعادت ہے۔ سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم، سبحان ربك رب العزت عما يصفون، وسلام على المرسلين والحمدلله رب العالمين۔ سبحانك اللهم وبحمدك اشهدان لااله الاانت استغفرك واتوب اليك۔ واٰخردعوانااان الحمدلله رب العالمين۔

ایک بات رہ گئی...... ہمارے اس علم کی خاصیت ہے اس کو سند متصل کے ساتھ نقل کرنا، تو اساتذہ اپنے شاگردوں کو اجازت دیا کرتے ہیں کہ ہماری سند کے ساتھ آپ اس روایت کو آگے نقل کر سکتے ہیں۔ تو اصل اجازت تو ان اساتذہ کی طرف سے ہوتی ہے جن سے طلباء نے پورا سال پڑھا ہے، اسے سلسلۃ الدرس کہتے ہیں۔ باقی بزرگوں سے، بڑے لوگوں سے اجازت لینا یہ بھی اسلاف میں معمول ہے، تو میں اپنے سلسلۃ الدرس اور اکابر کی طرف سے جو مجھے مختلف سندیں حاصل ہیں حدیث کے نقل کے بارے میں ان سب کو ملا کر ان طلباء کو جو حدیث شریف پڑھ کے فارغ ہو رہے ہیں، روایت حدیث کی اجازت دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس نسبت کو میرے لیے اور ان سب کے لیے باعث برکت بنائے، اور ان کی دعاؤں میں اللہ تعالیٰ مجھے شریک کرے۔ سبحانك اللهم وبحمدك اشهدان لااله الاانت استغفرك واتوب اليك۔ واٰخردعوانااان الحمدلله رب العالمين

☆......☆......(۳)......☆......☆

محقق اہل سنت، وکیل احناف، خطیب اسلام

حضرت مولانا **عبدالحق خان بشیر** صاحب مدظلہ العالی

[فرزند ارجمند و تلمیذ رشید و خلیفہ مجاز: امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ]

بعداز خطبہ مسنونہ......ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف وينهون عن المنكر، واولئك هم المفلحون۔ صدق الله العظيم۔

برادران اہل السنۃ والجماعۃ! معزز علماء کرام! قابل صد احترام بزرگو، دوستو، عزیزو، ساتھیو!

اگر سن رہی ہوں تو میری معززہ اور مکرمہ ماؤ، بہنو، بیٹیو!

سب سے پہلے میں دارالعلوم مدنیہ کے مہتمم، تمام مدرسین، اور انتظامیہ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ جامعہ میں میرے بچے ''سرفراز حسن خان حمزہ'' نے درس نظامی مکمل کیا ہے، اور آج میرا دل خوشی اور مسرت کے ساتھ لبریز ہے کہ ہمارے والد محترم امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے جو علمی وراثت ہمیں عطا کی، الحمدللہ اس کا سلسلہ آگے بڑھ رہا ہے۔

یہاں سٹیج پر بڑے بڑے علمائے کرام، مشائخ تشریف فرما ہیں، میں گستاخی سمجھتا ہوں ان کی موجودگی میں کچھ بیان کرنا، صرف حکم کی تعمیل کے لیے حاضر ہوا ہوں، اور دو باتیں عرض کر کے میں اجازت چاہوں گا۔

۱...... میں نے قرآن مقدس کی ایک آیت کریمہ تلاوت کی ہے، جس میں اللہ رب العزت امت مسلمہ سے یہ تقاضا کر رہے ہیں کہ ''ولتكن منكم امة يدعون الى الخير'' ہر دور کے اندر، ہر وقت میں تمہارے

لیے ضروری ہے کہ ایک جماعت اللہ کی طرف بلانے والی ہو، ایک جماعت خیر کی طرف دعوت دینے والی ہو، اللہ رب العزت نے اس امت مسلمہ پر لازم کیا ہے کہ تمہارے اندر ایک ایسی جماعت کا وجود ضروری ہے، خداوند کائنات نے تقاضا کیا، لیکن بذریعہ وحی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتا بھی دیا کہ میں نے صرف امت مسلمہ سے تقاضا ہی نہیں کیا بلکہ آپ اپنی زبان اقدس سے ان کو بشارت بھی دے دیجیے۔ لایزال طائفة من امتی ۔ میری امت کے اندر ہر دور میں ایک جماعت اہل حق کی موجود رہے گی۔ گویا اللہ رب العزت نے تقاضا کیا، حضور علیہ السلام نے اس کی بشارت دی۔

اور یہ ہر عقلمند آدمی جانتا ہے کہ جماعت افراد کے ہڑبونگ سے نہیں بنتی کہ چار آدمی اکٹھے کر لیے تو جماعت بن گئی، پندرہ آدمی اکٹھے کر لیے تو جماعت بن گئی، (نہیں! بلکہ) جماعت ایک فکر کا نام ہوتا ہے، جماعت ایک نظریے کا نام ہوتا ہے۔ خداوند کائنات یہ بتانا چاہتے ہیں کہ امت مسلمہ کی پہلی جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جو فکر ہوگا، وہ نظریہ جوان کا ہوگا وہی نظریہ وہ اگلی جماعت میں منتقل کریں گے، تابعین کے اندر۔ وہی نظریہ اگلی جماعت میں آئے گا، وہ نظریہ چلتا رہے گا اور اسی نظریہ پر قائم رہنے والی ہی اہل حق کی جماعت ہوگی۔

۲...... دوسری بات جو میں عرض کرنا چاہوں گا۔ ہمارے اس برصغیر کے اندر مختلف جماعتیں وجود میں آئیں، اور انہوں نے مختلف قسم کی خدمات سرانجام دیں، انہوں نے قرآن پاک کی تفسیر پڑھنے پڑھانے کی خدمت بھی سرانجام دی، حدیث پاک پڑھنے پڑھانے کی خدمت بھی سرانجام دی، سیاسی خدمات بھی سرانجام دیں، جہادی خدمات بھی سرانجام دیں، لیکن میں پوری ذمہ داری کے ساتھ اور پورے دعوے کے ساتھ یہ بات کر سکتا ہوں کہ برصغیر کے جتنے بھی مکاتب فکر ہیں، برصغیر کی جتنی بھی جماعتیں ہیں، ان جماعتوں میں سے ہم جماعت دیوبند کو کیوں چنتے ہیں؟ جماعت دیوبند کے ساتھ محبت کیوں رکھتے ہیں؟ اس لیے کہ برصغیر کی جماعتوں میں سے صرف جماعت دیوبند ہے جس نے صحابہ کرام کے فکر اور صحابہ کرام کے نظریے کے ساتھ امت کا تواتر ٹوٹنے نہیں دیا۔ یہ صحابہ کرام کا جو فکر تھا جو نبی نے صحابہ کے سینوں میں منتقل کیا تھا، آج میں پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں، کوئی فکر ایسا نہیں ہے جو صحابہ کا تھا اور جماعت دیوبند کا نہیں ہے، اور کوئی فکر ایسا نہیں ہے جو جماعت دیوبند کا ہے اور صحابہ کا نہیں ہے، میں پورے دعوے کے ساتھ کہتا ہوں، اس دور کے اندر اگر جماعت کے بنیادی اصولوں کے حوالے سے دیکھا جائے کہ جماعت فکر کے ساتھ بنتی ہے، جماعت نظریے کے ساتھ بنتی ہے، تو صحابہ کرام کے فکر اور صحابہ کرام کے نظریے کی ترجمانی کرنے والی اس برصغیر کے اندر جماعت، ''جماعتِ دیوبند'' ہے۔

اور یہ سب جماعت دیوبند کا فیض ہے۔ یہ جو مختلف مدارس ہیں، اس وقت کی سرکاری رپورٹ کے مطابق پاکستان کے اندر موجود دینی مدارس میں سے پچھتر (75) فیصد مدارس ''جماعت دیوبند'' کے ہیں۔ باقی پچیس فیصد مختلف جماعتوں کے یا مختلف مکاتب فکر کے ہیں۔ اللہ رب العزت نے اس جماعت کو یہ شرف بخشا کہ جب سترہ ہزار (17,000) علماء پھانسی کے پھندوں پر لٹکا دیئے گئے، ان کو پھانسی دی گئی اور سات ہزار (7000) کے قریب علماء کو توپوں کے دہانوں سے باندھ کر ان کو گولوں سے اڑایا گیا، ان کو کچے چونے میں ڈال کر پانی ڈالا گیا، جس سے ان کے جسم کی ہڈیاں اور جسم کا گوشت الگ ہو گیا، علماء کرام کو ختم کرنے کا مقصد یہ تھا کہ دین اسلام ہمیشہ

کے لیے ختم ہو جائے، لیکن خداوند کائنات نے بائیس ہزار (22,000) علماء کی شہادت کے بعد بھی ایک شخص کے دل میں ڈالا ''اٹھ قاسم نانوتوی! مدرسہ بنانا تیرا کام ہے، اس کا فیض دنیا کے کونے کونے میں پہنچانا میرا کام ہے۔ آج ہمارے پاس جو فیض موجود ہے وہ دارالعلوم دیوبند کا ہے اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی فکر ہے۔

عام طور پر کہا جاتا کہ دارالعلوم دیوبند کا خواب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ خواب حضرت نانوتوی کا نہیں بلکہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم شاہ رفیع الدین دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ اس کی بنیاد کے لیے خواب کے اندر جو جگہ منتخب کی گئی، حضور علیہ السلام نے چھڑی کے ساتھ اس کا نشان لگایا، اور صبح اٹھ کر دیکھا گیا تو وہ نشان موجود تھا۔ جس کی بنیاد حضور علیہ السلام نے رکھی۔

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے جب شیخ المشائخ قطب الاقطاب حضرت مولانا حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جو اس وقت ہجرت کر کے مکہ مکرمہ تشریف لے جا چکے تھے، ان کو حضرت گنگوہی نے اطلاع دی کہ ہم نے ہندوستان کے اندر ایک چھوٹا سا مدرسہ بنالیا ہے، تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا عجیب جواب دیا، فرمایا: تم یہ کہتے ہو کہ ہم نے بنالیا ہے، تم یہ نہیں جانتے کہ اس مدرسہ کے بنانے کے لیے میری آنکھوں سے آنسو کتنے بہے ہیں، اس مدرسے کے قیام کے لیے میری پیشانی زمین پر کتنی دفعہ گئی ہے، اس مدرسے کے بنانے کے لیے میں نے دامن خدا کے سامنے کتنی دفعہ پھیلایا ہے، یہ صرف تمہاری محنت نہیں، اس میں میری دعائیں بھی شامل ہیں۔

آخری بات، بالخصوص فارغ التحصیل علماء سے کہنا چاہتا ہوں کہ آٹھ نو سال ہمیں علوم اور فنون پڑھائے جاتے ہیں، کہ ہم قرآن پاک اور حدیث شریف کا صحیح مفہوم سمجھ سکیں، ہم آٹھ نو سال صرف، نحو، ادب وغیرہ فنون پڑھتے ہیں اور آخر میں جا کر ہمیں حدیث پڑھائی جاتی ہے اور حدیث کا پورا مفہوم سمجھایا جاتا ہے، لیکن ہماری بدقسمتی دیکھیے کہ ہم جب فارغ ہو کر مدرسے سے باہر جاتے ہیں، اور کوئی بخاری شریف کا اردو ترجمہ، مسلم شریف کا اردو ترجمہ، موطا امام مالک کا اردو ترجمہ لے کر آتا اور کہتا ہے کہ یہ دیکھو! یہ حدیث تمہارے مذہب کے خلاف ہے، دیکھو! یہ حدیث تمہارے مذہب کے خلاف ہے، ہم اسی وقت اپنی آٹھ نو سال کی محنت کو ضائع کر کے اس ان پڑھ جاہل کی بات کو مان لیتے ہیں۔ ذرا سوچیے کہ اس میں قصوروار کون ہے؟

میں اپنے معزز طلباء جو فارغ التحصیل علماء ہیں میں ان کو ایک عرض کرنی چاہوں گا۔ آپ نے اپنے اساتذہ سے جو حدیث پڑھی ہے، صرف الفاظ پڑھے ہیں یا ان الفاظ کا کوئی مفہوم بھی پڑھا ہے؟ آپ نے اپنے اساتذہ سے صرف بخاری کے الفاظ نہیں پڑھے، آپ نے اپنے اساتذہ سے مسلم کے صرف الفاظ نہیں پڑھے، ان الفاظ کا جو حقیقی مفہوم تھا آپ کے اساتذہ نے وہ سمجھایا، ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم عملی زندگی کے اندر جب آتے ہیں، تو اپنی سند تو بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں کہ: میں شاگرد ہوں امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کا، انہوں نے حدیث پڑھی شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے، انہوں نے حدیث پڑھی شیخ الہند سے۔ اس پر ہم ناز کرتے ہیں، فخر کرتے ہیں، لیکن جب عملی زندگی میں حدیث کے مفہوم کی بات آتی ہے، الفاظ کی بات آتی ہے۔ کسی طرف سے کوئی مماتی آجاتا ہے اور کہتا کہ تم جو حدیث پڑھ رہے ہو یہ حدیث قرآن کی اس آیت کے خلاف ہے، ہم

اپنی نوسال کی کمائی کو پس پشت ڈال کر اس کی بات کو مان لیتے ہیں، ہاں یار! تیری بات میں کچھ وزن لگتا ہے۔

جس طرح ہمارا اہل السنۃ والجماعۃ کا یہ عقیدہ اور ایمان ہے کہ اللہ رب العزت نے قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری اٹھائی ہے، اللہ نے قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری ہمارے کندھوں پر نہیں ڈالی، ہمارے کندھوں پر تو اس نے ایک مسجد اقصی کی ذمہ داری ڈالی تھی جو ہم نبھا نہیں سکے۔ اللہ نے مکہ مکرمہ کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے ہاتھ میں رکھی ہے۔ مدینہ منورہ کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے ہاتھ میں رکھی ہے، ہمارا ایمان ہے کہ نہ وہاں دجال داخل ہوسکتا ہے، نہ دجال کا کوئی چیلہ۔ اللہ نے یہ جو قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے ہاتھ میں رکھی ہے، قرآن صرف ایک چیز کا نام نہیں ہے، قرآن دو چیزوں کا نام ہے، ایک وہ الفاظ جن کی ہم تلاوت کرتے ہیں، اور ان الفاظ کا وہ مفہوم جو خدا کے پیغمبر نے بیان کیا۔

ہمارا اہل السنۃ والجماعۃ کا یہ عقیدہ اور ایمان ہے کہ قرآن کے الفاظ بھی محفوظ ہیں اور قرآن کے الفاظ کا مفہوم بھی محفوظ ہے۔ اور آج ان دونوں کو محفوظ رکھنے کے لیے اللہ رب العزت اس ہماری انسانی سوسائٹی کے اندر جو دو ٹیمیں تیار کرتا ہے۔ آج دونوں ٹیموں کو آپ نے دیکھا، عشاء سے پہلے وہ بچے جنہوں نے قرآن پاک حفظ مکمل کیا، ان کے سینے کے اندر قرآن پاک کے الفاظ نقش ہوگئے، اور دوسرے یہ لوگ جنہوں نے آٹھ نو سال محنت کر کے حدیث کے مفہوم کو سمجھا ہے، قرآن کے مفہوم کو سمجھا ہے۔ وہ حفاظ کی ٹیم ہے، یہ علماء کی ٹیم ہے۔...... جب کوئی آدمی، کوئی دہریہ، کوئی ملحد، کوئی زندیق، کوئی اسلام دشمن قرآن کے الفاظ کو بدلنے کی کوشش کرتا ہے تو ہماری سوسائٹی کا دس سال کا، نو سال کا معصوم بچہ جس کے سینے کے اندر قرآن کے الفاظ محفوظ ہیں وہ کھڑا ہو کے کہہ دیتا ہے کہ: خبردار! میں تجھے قرآن کے الفاظ بدلنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ اور جب کوئی قرآن کا مفہوم بدلنے کی کوشش کرے، کوئی قرآن کے الفاظ کے مفہوم کو بدلنے کی کوشش کرے تو دوسری ٹیم کھڑی ہوجاتی ہے، اور قرآن کے مفہوم کو بدلنے کی کوشش کرنے والے! خواہ وہ چکڑالوی ہو، خواہ وہ پرویزی ہو، خواہ وہ نیچری ہو، خواہ وہ قادیانی ہو، خواہ وہ رافضی ہو، خواہ وہ خارجی ہو، جو بھی قرآن کے مفہوم کو بدلنے کی کوشش کرتا ہے، یہ دیوار سکندری بن کے کھڑے ہوجاتے ہیں اور کہتے ہیں: ظالم! ہم تجھے قرآن کا مفہوم نہیں بدلنے دیں گے۔

یہ دونوں ٹیمیں۔ قرآن کے الفاظ کی حفاظت کرنے والی ٹیم بھی اور قرآن کے مفہوم کی حفاظت کرنے والی ٹیم بھی۔ دونوں یہ مدارس عطا کرتے ہیں۔ ان مدارس کی قدر کرو، ان مدارس کو اللہ کی نعمت سمجھو۔

مجھ سے پہلے حضرت شیخ المشائخ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب دامت فیوضہم جس درد دل کے ساتھ ہماری اس موجودہ سوسائٹی اور اس کے نقائص کا تذکرہ فرما رہے تھے، اگر اس کے بعد بھی ہمارے دل کے اندر احساس پیدا نہ ہو تو پھر ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ ہمارے سینے میں گوشت کا لوتھڑا نہیں، گوشت کا ٹکڑا نہیں بلکہ ایک پتھر پڑا ہے، جس پر کوئی چیز اثر نہیں کرتی۔

یہ بچے جو ہمارے پاس اللہ کی امانت ہیں، جن کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کل مولود یولد علی الفطرۃ، خواہ وہ یہودی کے گھر میں پیدا ہو، خواہ وہ عیسائی کے گھر میں پیدا ہو، خواہ وہ ہندو کے گھر میں پیدا ہو، خواہ وہ مسلمان کے گھر میں پیدا ہو۔ ہر بچہ فطرت سلیمہ کے ساتھ پیدا ہوتا ہے، اس کے بعد اس کے والدین

چاہیں تو اسے یہودی بنا دیں، چاہیں تو اسے مجوسی بنا دیں، چاہیں تو عیسائی بنا دیں اگر گھر کے اندر ماحول اور تعلیم یہودیوں والی ہوگی تو وہ یہودی بنے گا، گھر کے اندر ماحول اوت تعلیم عیسائیوں والی ہوگی تو وہ عیسائی بنے گا، اور گھر کے اندر ماحول قرآن وسنت والا ہوگا، تعلیم قرآن وسنت کی ہوگی، تو وہ مسلمان بنے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں یہ سمجھا رہے ہیں کہ یہ ذمہ داری والدین کی ہے کہ وہ بچے کو جو ماحول دے کر جو کچھ بنائیں گے بچہ وہی کچھ بنے گا اور قیامت والے دن والدین سے اولاد کے بارے میں سوال ہوگا کہ ہم نے تمہیں پاکیزہ بچے دیئے تھے، تم انہیں گناہوں اور کفر اور شرک کی آلودگیوں سے آلودہ کر کے کیوں واپس کر رہے ہو؟ یہ خداوند کائنات کے ہاں جواب دہ ہونا پڑے گا۔

اس لیے ہمیں احساس کرنا چاہیے کہ ہمارے بچے کے پاس کوٹھی نہ ہوئی تو گذارا ہو جائے گا، ہمارے بچے کے پاس کھانے کے لیے روٹی نہ ہوئی تو کوئی بات نہیں، دو مہینے، چار مہنے، سال، دس سال، بیس سال، تمیس سال گزر سکتے ہیں لیکن ہمارا بچہ ہمیں گریبان سے پکڑ کر اپنے ساتھ جہنم میں لے جائے، ہمیں اس سے بچنا چاہیے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: عقل مند والدین وہی ہیں جو اپنی اولاد کے لیے دنیا کی نہیں ان کی آخرت کی فکر کرتے ہیں۔ اوران مدارس کے اندر وہی علوم پڑھائے جاتے ہیں جن سے ہماری دنیا بھی بنتی ہے اور ہماری آخرت بھی بنتی ہے، خداوند کائنات سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

☆......☆......(۴)......☆......☆

جامع المعقول والمنقول، شیخ القرآن والحدیث

حضرت مولانا علامہ **عبدالقدوس خان قارن** صاحب مدظلہ العالی

[فرزند ارجمند وتلمیذ رشید وخلیفہ مجاز: امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ]

''بعداز خطبہ مسنونہ۔'' واما بنعمة ربك فحدث''۔

قابل صد احترام علمائے کرام، معزز سامعین عظام!

آپ حضرات نے بہت سے علماء کرام کے بیانات سنے، بالخصوص حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید صاحب لدھیانوی دامت برکاتہم العالیہ کے حکیمانہ بیان کے بعد کسی اور بیان کی ضرورت نہیں۔ جس انداز کے ساتھ، جس درد دل کے ساتھ انہوں نے ہمیں خطاب کیا ہے، ہمیں اس پر غور کرنا چاہیے، ذمہ داری احساس کرتے ہوئے اپنے دل کے اندر جذبہ اجاگر کرنا چاہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ پروردگار! ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم اس کے مطابق عمل کرنے والے بن جائیں۔

میں اس وقت جامعہ دارالعلوم مدنیہ بہاول پور کی انتظامیہ، اساتذہ کرام کا شکریہ ادا کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ جنہوں نے دیگر طلباء عزیز کے ہمراہ ہمارے خاندان کے ایک فرد کو تعلیم دی۔ اس قبل ہمارے خاندان میں 30 فضلاء و فاضلات تھے، اس بچے سے یقیناً اس تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔

چند باتیں میں ان فضلاء بھائیوں بالخصوص اپنے عزیز سے عرض کرنا چاہوں گا۔ امام بخاری نے بخاری شریف کو ترتیب دیا، ابتدا میں ایمانیات کا ذکر کیا، آخر میں ''کتاب الرد علی الجهمية وغيرهم'' کہہ کر، یہ

عنوانات قائم کر کے امام بخاری رحمہ اللہ نے ہمیں اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ صرف ایمانیات پر گامزن رہنا ہی مکمل دین نہیں، دین کی تکمیل اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک ایمانیات کے اثبات کے ساتھ ساتھ، ان پر عمل پیرا ہونے کے ساتھ ساتھ باطل فرقوں کا رد نہ کیا جائے۔ اسی لیے امام بخاری نے اپنے دور کے ان گمراہ فرقوں کا رد کیا ہے، جہمیہ کا، کرامیہ کا، قدریہ کا، ان کا رد کیا جن کا سب سے بڑا نظریہ یہ تھا کہ قرآن وسنت کو اپنی عقل کے تابع کرنا۔ عقل مانے تو مانو، عقل نہ مانے تو رد کر دو۔ اسی وجہ سے وزن اعمال کا انکار کیا، اللہ کی صفات کا انکار کیا، اس واسطے انہوں نے یہ کہا کہ ہماری عقل نہیں مانتی، جب عقل نہیں مانتی تو ہم انکار کرتے ہیں، وزن اعمال کوئی نہیں، لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے طبقات کی، ایسے نظریات رکھنے والوں کی تردید کرتے ہوئے مختلف باب باندھ کر آخر میں وزن اعمال کا باب بھی قائم کیا۔ تمہاری عقل مانے یا مانے، تمہاری عقل میں آئے کہ نہ آئے، تمہاری عقل کتاب وسنت کے تابع ہونی چاہیے، کتاب وسنت کو تم اپنی عقل کے تابع کرو گے تو گمراہ فرقوں میں شامل ہو جاؤ گے۔ یہ سبق دیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ تمہاری عقل کتاب وسنت کے تابع ہونی چاہیے۔

آج جو فرقے، جو باطل گروہ جو باطل نظریات دنیا میں پھیلائے جاتے ہیں، جس کے پیچھے پوری یہودی لابی کا ہاتھ ہے، اور پوری یہودی لابی اس بات کی جانب لوگوں کو لا رہی ہے، مائل کرنے کی کوشش کر رہی ہے کہ دیکھو! قرآن کی نفی نہ کرو، قرآن کو مانو، لیکن قرآن کریم کا مفہوم مولوی والا نہ لو، وہ مفہوم مت لو جو تمہیں مولوی بتاتا ہے، قرآن کریم کا مفہوم تم اپنی مرضی کے مطابق لو، آج کا میڈیا یہی سبق دے رہا ہے، یہی شر پھیلا رہا ہے، اور یہی ذہن سازی لوگوں کی، سکول وکالج کے بچوں کی، کی جاتی ہے کہ دیکھو قرآن کو مانو، یہ اللہ کی کتاب ہے، لیکن اس میں نہ حدیث کی ضرورت ہے، نہ سلف صالحین کے اقوال کی ضرورت ہے، نہ آثار صحابہ کی ضرورت ہے، نہ کسی اور کی بات کی ضرورت ہے، قرآن جو کہتا ہے سادہ لفظوں میں اس کی اپنی تعبیر کر کے قرآن پڑھاؤ، اسی کے نتیجے میں بہت سی گمراہ کن صورتیں سامنے آئیں۔

اخبارات نے لکھا کہ دنیاوی لحاظ سے پڑھی لکھی ایک عورت صحافیوں کے سامنے آئی، اور اس نے اپنا دوپٹہ سر پر لینے کی بجائے اپنے گلے کے اندر ڈال دیا، پوچھنے والوں نے پوچھا، بیگم صاحبہ! یہ تم نے کیا کِیا؟ یہ دوپٹہ تو سر پر رکھا جاتا ہے، یہ دوپٹہ تم نے اپنے گریبان میں ڈال دیا؟ کہنے لگی، میں پڑھی لکھی ہوں، قرآن پڑھی ہوئی ہوں، میں قرآن پر عمل کرتی ہوں، جب اس سے پوچھا گیا کہ یہ حکم قرآن میں کہاں ہے؟ تو کہنے لگی کہ کیا قرآن میں یہ نہیں لکھا: ''ولیضربن بخمرھن علیٰ جیوبھن''؟ حالانکہ اس عقل کی اندھی کو قرآن کریم کے الفاظ کا جو گرائمر کے لحاظ سے مفہوم ہوتا ہے وہ بھی اس پاس سے نہیں گزرا، اس لیے کہ ''خمار'' اس کپڑے کو کہا جاتا ہے جس کے ساتھ سر ڈھانپا جائے، سر ڈھانپنے والے کپڑے کو خمار کہا جاتا ہے، قرآن کریم نے یہ تعلیم دی کہ عورتیں اپنے سر ڈھانپنے کے کپڑے کے ساتھ اپنے گریبانوں کو بھی ڈھانپ لیں، دو وجہ سے، ایک تو یہ کہ اگر یہ سر پر رکھ یوں نیچے لٹکا دیا جائے تو معمولی ہوا کے ساتھ اڑ کر سر ننگا کر دے گا، فرمایا: اس کی حفاظت کرو، اس کو گریبان پر ڈال دو تا کہ سر کی حفاظت رہے، معمولی ہوا کے ساتھ یہ دوپٹہ سر سے نہ اترے۔ اور دوسرا: اگر تمہارے گریبان یا گردن کا کوئی حصہ تمہاری قمیص کے گریبان سے باہر ہے، نظر آ رہا ہے، وہ ڈھکا جائے، چھپ جائے، یہ تمہارے دوپٹے کا فائدہ ہوگا۔

لیکن اس عقل کی اندھی نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا کہ اس دوپٹے کو سر پر ڈالنے کی بجائے گریبان میں ڈال لو، ایسی باتیں میڈیا پر، اخبارات میں، اور پھر یہی نہیں اس انداز کے ساتھ کہ یہ سیلاب آرہا ہے، اس انداز کے ساتھ اسے پھیلا جا رہا ہے۔

قرآن کریم نے کہا ''لاتتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیاء '' یہود ونصاریٰ کو دوست مت بناؤ، لیکن ایک اپنے آپ کو بہت عظیم سکالر کہلانے والا، بہت بڑا مذہبی سکالر شمار کرنے والا کہتا ہے کہ: دیکھو! اولیاء کا معنی یہ نہیں ہے کہ ان کو دوست مت بناؤ، بلکہ اولیاء کا معنی ہے کہ ان کو اپنے حکمران مت بناؤ۔ استغفر اللہ۔ استغفر اللہ۔ قرآن کریم نے کہا ''لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء '' میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، اولیاء کا لفظ قرآن کریم میں جہاں بھی آیا ہے، اس کا معنیٰ دوست ہی ہے، لیکن اس نے اس کا مفہوم بدل کر لوگوں کو کہا کہ: دیکھو! یہود ونصاریٰ کے ساتھ ہمارے تعلقات بھی ہیں، اور ان کے ساتھ معاشرت کا حصہ بھی ہے، لین دین بھی ہے، اس کے ساتھ ہمارے روابط وابستہ ہیں، لہٰذا اس کا معنی دوست نہیں، بلکہ اس کا معنیٰ ہے کہ تم ان کو اپنے حاکم مت بناؤ۔

اس طرح مفہوم بدل کر، قرآن کریم پر ایمان کا دعویٰ بھی اور مفہوم بدل کر قرآن کریم کی حقیقت کا انکار بھی، بیک وقت سامنے آرہا ہے، میں اپنے ان بھائیوں (فضلاء کرام) سے کہوں گا کہ قرآن کریم کی تفسیر وتعبیر از خود نہیں کرنی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جگہ جگہ قرآن کریم کے الفاظ وکلمات کی، حضرات صحابہ کرام سے، تابعین سے تعبیر کو واضح کرتے ہیں۔

اور پھر اس کے ساتھ یہ بھی کہ امت کے اجماعی مسائل میں اپنی انفرادی رائے کو مت آنے دیں، آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ میں فاضل ہو گیا، میں عالم ہو گیا، میں فارغ التحصیل ہو گیا، لہٰذا مجھے نئی دنیا میں قدم رکھنا چاہیے۔ نہیں! نئی دنیا میں نہیں، پرانی گلی میں چلو گے تو کامیاب ہو، نئی گلی میں آؤ گے تو پھسل جاؤ گے۔ وہ تعبیرات جو تعبیرات قرآن کریم کی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے، حضرات صحابہ کرام نے، تابعین نے، تبع تابعین نے بیان کیں۔ اور اجماعی مسائل میں اجماعی نظریہ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑیں گے تو ''راہ راست'' پر ہیں، اور اگر ان چیزوں کو چھوڑ دیا تو پھر گمراہی تمہارا مقدر ہے۔ پھر راہ راست پر نہیں آسکتے، پھر راہ راست سے دور بھٹک جائیں گے۔ اللہ میرے ان بچوں کو توفیق نصیب فرمائے کہ وہ راہ راست پر گامزن رہیں۔

کبھی علمی تعلّی نہ آنے دیں، ہمارے اکابر کا یہ طور طریقہ رہا ہے۔ میرے حضرت شیخ رحمہ اللہ سے جب کوئی آدمی مسئلہ پوچھتا تو مسئلہ بتاتے ہوئے یہ کہتے کہ: اکابر نے یہ لکھا ہے، اسلاف کا یہ نظریہ ہے، یہی طریقہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا، جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو فرماتے میرے اساتذہ نے یہ بتایا ہے۔ یہ تسلسل قائم رکھیں، اپنی انفرادی رائے کو ترک کر دیں۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: کہ میرا ایک شاگرد جو مجھ سے ہدایہ پڑھتا تھا، کند ذہن تھا، کئی دفعہ اس کو میں بات سمجھاتا، ایک دن مجھے کہنے لگا: حضرت! جتنا آپ کو ہدایہ آتا ہے، اگر اتنا مجھے آجائے تو میں مجتہد ہونے کا دعویٰ کر دوں۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ فرمانے لگے: یہ مثال تبھی بنی ہے کہ ''اللہ گنجے کو ناخن نہ دے'' اس لیے کہ گنجے کو ناخن مل جائیں تو وہ خارش کر کر کے ہی

اپنا سر زخمی کر لیتا ہے۔ تجھ جیسا مجتہد بنے تو پھر جو اجتہادی مسائل تم سامنے لاؤ گے۔ آج بہت سارے لوگ مجتہد بننے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن مجتہد بننے کی آڑ میں وہ گمراہی کے ایسے گڑھے میں جا پڑتے ہیں کہ ان کو ہوش بھی نہیں رہتا (سمجھ ہی نہیں آتی) کہ ہم یہاں سے نکلیں کیسے۔ اس لیے اپنے اکابر کے دامن کو پکڑ لیں، ان کی تعبیرات کو۔ یہی ہمیں درس دیا ہے حکیم الامت، حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے۔ اعتماد، اپنے اکابر پر اعتماد، اپنے اسلاف پر اعتماد، اعتماد ہوگا، اعتماد کی فضا ہوگی تو تب ہم صحیح طور پر چل سکیں گے۔ اور اگر اعتماد کی فضا نہیں۔

دیکھیے! میں علی الاعلان، ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں، میرے اکابر جیسا برصغیر کے اندر بلکہ اپنے وقت میں پوری دنیا میں کوئی عالم نہیں، کوئی فقیہہ نہیں، کوئی محدث نہیں، کوئی مجاہد نہیں، اور اپنی جان کو اللہ کے راستے میں قربان کرنے کا جذبہ رکھنے والا تاریخ میں نہیں ملا جو میرے اکابر کا تھا۔ انور شاہ کشمیری جیسا محدث، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسا محدث کہاں سے ملے گا؟ پورے برصغیر، صرف برصغیر نہیں، پوری دنیا میں۔

مصر کا ایک عالم بڑی آب و تاب کے ساتھ ہندوستان آیا، اس نے ایک تفسیر لکھی ہے، اچھی بڑی، اس کو اپنی علمیت پر بڑا ناز تھا، حنبلی ذہن کا تھا، کسی نے کہا کہ: ہندوستان میں آئے ہو تو دارالعلوم دیوبند میں چلے جاؤ! وہاں حدیث پڑھائی جاتی ہے۔ تو اس نے بڑے طنزیہ انداز میں کہا: اوئے! ہندوستان میں حدیث پڑھائی جاتی ہے؟ کہنے والوں نے اسے کہا کہ تو جا تو سہی، جب دارالعلوم میں آیا، تو دارالعلوم کے حضرات سے پوچھا، اجازت لی کہ کیا مجھے کسی استاد کے درس حدیث میں بیٹھنے کی اجازت ہے؟ انہوں نے کہا: ہماری طرف سے کھلی اجازت ہے، جس کے سبق میں بیٹھنا چاہتے ہو بیٹھ جاؤ۔ بخاری شریف کا سبق تھا حضرت انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس، ان کے سبق میں گیا اور جا کر بیٹھ گیا، جوں حضرت کشمیری کی نظر اس پر پڑی تو حضرت نے فی الفور اپنی اردو کی تقریر عربی کی جانب منتقل کر دی، عربی میں شروع کر دی کہ آنے والا مہمان ہے، اس مہمان کے اعزاز میں درس عربی میں شروع کر دیا۔ اب وہ ہکا بکا دیکھ رہا ہے کہ عجمی ہے اور عربی مجھ سے بھی زیادہ فصیح بول رہا ہے۔ پھر اس نے اجازت لے کر سوالات کیے، نحوی سوالات، فن حدیث کے سوالات کیے، فقہی سوالات کیے، حضرت انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے جس انداز کے ساتھ اس کو جوابات دیئے، درس سے فارغ ہونے کے بعد کہنے لگا کہ میں نے اتنا بڑا محدث اور فقیہہ نہیں دیکھا، لیکن مجھے تعجب ہو رہا ہے کہ: یہ امام ابوحنیفہ کا مقلد ہے! اتنا بڑا محدث اور فقیہہ ہونے کے باوجود یہ امام ابوحنیفہ کا مقلد ہے! جب یہ بات انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی...... میں اپنے طلباء کے لیے اور خود اپنے آپ کو خطاب کر کے کہتا ہوں کہ حضرت انور شاہ صاحب نے یہ جملہ ہمارے لیے ارشاد فرمایا، یہ جملہ ارشاد فرما کر ہمیں سبق دیا کہ......فرمانے لگے، الٹی سوچ کا ہے، اگر یہ سیدھی سوچ کا ہوتا تو پھر اس کی سوچ یوں ہوتی کہ ایک مقلد کا علم اتنا ہے تو اس کے امام کا علم کتنا ہوگا۔ اور پھر فرمانے لگے کہ ہمارے لیے یہی غنیمت ہے کہ ہم امام صاحب کے بتائے ہوئے جزئیات کو جان سکیں، سمجھ سکیں، ہمارے لیے علمیت یہی کافی ہے کہ ہم اپنے اسلاف کی باتوں کو سمجھ جائیں۔ امام ابوحنیفہ کی بیان کردہ جزئیات کو سمجھ جائیں، یہی ہمارے لیے کافی ہے، یہی ہمارے علم کو اجاگر کرنے کے لیے کافی ہے۔ آج کے دور میں اس سے آگے بڑھنے نے (گمراہی کے راستے کھول دیئے ہیں۔)

مجھے ایک جگہ جانے کا اتفاق ہوا، ترمذی شریف کا امتحان لے رہا تھا، تو ایک طالب علم، اُدھر بی اے پاس، اور ادھر دورہ حدیث کا امتحان دے رہا ہے، مجھے مدرسہ والوں نے کہا: بڑا ذہین ہے، بڑا ذہین ہے، بڑا ذہین ہے۔ لیکن اس کی شکل دیکھتے ہی میرا دل کھٹکا، وہ ترمذی شریف کا امتحان دینے کے لیے میرے پاس آ کر بیٹھا...... کیونکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ احادیث میں زیادہ تر اساتذہ فقہی مباحث ہی کرتے ہیں،......تو میں نے اس سے پوچھا کہ اس میں فقہی نکتۂ نظر سے کتنے احتمالات ہیں؟ اور کون سا نظریہ تمہارے نزدیک راجح ہے؟ کہنے لگا: امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں، لیکن میرے دل کی تسلی نہیں ہوئی، میں یہ کہتا ہوں۔ استغفر اللہ، استغفر اللہ۔ سردی کا موسم تھا سردی کا۔ اس کی یہ بات سنتے ہی میرے ماتھے پر پسینہ آ گیا۔ کہ یہ؟ اور اس کی یہ علمی تعلّی؟ کہ امام ابوحنیفہ کی رائے مقابل اپنی رائے؟ میں نے اس کو...... ہمارے شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے: اگر کوئی آدمی علمی تعلّی دکھائے تو اس کے ساتھ عالمانہ انداز میں ایسی گفتگو کرو کہ اس کو پاؤں پر کھڑے ہونے کی جرأت نہ ہو سکے، منہ کے بل گرے۔ میں نے اس سے دو اعتراضات کیے، دونوں اعتراضوں کے جواب میں وہ ایسا منہ نیچے لٹکا کر بیٹھا رہا۔ میں نے کہا: تمہاری علمی پوزیشن تو یہ ہے! اور تم اپنی رائے کو امام ابوحنیفہ کی رائے پر فوقیت دیتے ہو؟

میرے بھائیو! یہ انداز نہیں ہونا چاہیے۔ یہ انداز نہیں ہونا چاہیے، ہمارے لیے یہی غنیمت ہے کہ ہم نے جو پڑھا، امام صاحب کی، صاحبین کی، دیگر فقہاء کی جزئیات جو بیان کی گئی ہیں، ان جزئیات کو ہی ہم سمجھ لیں، ہمارے لیے یہی غنیمت ہے۔

اور پھر دوسرا...... میں اپنے ان بھائیوں (فضلائے کرام) سے یہ کہوں گا، آج آپ فضلاء کی صف میں شامل ہو گئے ہیں، پہلے آپ طلباء میں تھے، اور طالب علموں کے اندر غفلت پائی جاتی ہے، یہ غفلت اب نہیں ہونی چاہیے، ذمہ داری کا احساس ہونا چاہیے۔ آپ نے قرآن کریم میں پڑھا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پہلی وحی اتری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم کانپنے لگا، دل کانپنے لگا، بخار کی کیفیت طاری ہو گئی، گھر جا کر لیٹ گئے، چادر لے لی تو پروردگار کی طرف سے وحی آئی: ''یـایـهـا الـمـدثر، قم فانذر، یاایها المزمل قم اللیل'' اے چادر لے کر، کپڑا لے کر لیٹنے والے! اب یہ تمہارا لیٹنے کا وقت نہیں، ذمی داری کا احساس کرتے ہوئے، اپنی ذمہ داری کو نبھانے کے لیے تم باہر نکلو، ''قـم فـانذر''......میں بھی اپنے بھائیوں سے کہتا ہوں کہ اب تمہارا طالب علمی والا غفلت والا زمانہ بیت گیا، اب تمہارا ''قم فانذر'' والا زمانہ ہے۔ لہٰذا احساس ذمہ داری پیدا کرو، اور پھر ابھی آپ کے سر پر پگڑیاں باندھی جائیں گی، جو مدرسہ کی طرف سے، ہماری طرف سے اسٹیج پر موجود تمام علماء کی طرف سے آپ پر ایک اعتماد کا اظہار ہو گا۔

دیکھیں! گوجرانوالہ میں پہلوانوں کے اکھاڑے ہیں، اور مختلف اکھاڑوں میں پہلوان جاتے ہیں، جب کسی اکھاڑے میں پہلوان تیار ہو جاتا تو اس کے سر پر پگڑی باندھ کر ڈھول ڈھمکے کے ساتھ پورے شہر میں اس کی تشہیر کی جاتی، کہ یہ ہمارے اکھاڑے کا پہلوان ہے، اگر کسی نے کشتی لڑنی ہے تو آ ؤ مقابلہ کرو۔

میرے بھائیو! ہم آپ کے سروں پر پگڑی باندھ رہے ہیں اور علی الاعلان کہہ رہے ہیں، باطل فرقوں کو للکار کر کہتے ہیں کہ یہ ہم نے اپنے پہلوان تیار کر دیئے ہیں، قادیانیو! ذرا خیر مناؤ۔ رافضیو! خیر مناؤ، باطل فرقوں والو!

خیر مناؤ۔ یہ ہمارے پہلوان ہیں، اگر تمہیں کسی وقت بھی ہمارے ان پہلوانوں میں سے کسی پہلوان کے ساتھ کشتی لڑنے کی ضرورت پیش آئے تو یہ ہمارا پہلوان میدان میں اترے گا۔ ان شاء اللہ۔

اور پھر میں اصل بات جو کہنا چاہتا ہوں کہ پہلوان کو پہلوانی کا سرٹیفکیٹ دینے کے ساتھ اس کا استاد اس کے کندھے پر تھپکی دے کر کہتا تھا: دو چیزیں نہ چھوڑنا۔ ایک تو اپنے جسم پر تیل ملنا نہ چھوڑنا اور دوسرا جو تمہیں روزانہ کی ورزش کی ٹریننگ دی گئی اسے تم نے نہیں چھوڑنا۔ میں بھی اپنے بھائیوں سے دو ہی باتیں کہتا ہوں۔ ہم نے آپ کو میدان میں اتارا ہے، تم نے مطالعہ نہیں چھوڑنا، جو علم تم نے حاصل کیا ہے اس علم کے ساتھ تم نے اپنی مناسبت قائم رکھنی ہے۔ اگر تم نے یہ دو کام پابندی کے ساتھ کیے تو میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں دنیا کا کوئی باطل فرقہ تمہارے سامنے نہیں آ سکتا، اس کو جرأت اسی وقت ہوتی ہے جب علم اپنا مطالعہ چھوڑ دیتے ہیں، اپنے علم کے ساتھ مناسبت چھوڑ دیتے ہیں۔ اپنے اساتذہ کے ساتھ تعلق چھوڑ دیتے ہیں۔ اپنے اکابر کی کتابوں کو ہم پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ پھر ہمارے مخالف کو، ہمارے مقابل کو ہم پر چڑھائی کرنے کا موقع ملتا ہے۔ یہ موقع نہیں دینا۔

میرے بھائیو! میری بات سمجھ رہے ہو؟ (جی) یہ دو باتیں میں نے آپ سے کہنی تھیں۔ ایک تو یہ ہے کہ اپنے اکابر کے مقابل علمی تعلّی نہ آئے۔

دیکھیے! آج بہت سارے لوگ دندناتے ہیں، کہ انور شاہ کشمیری، حسین احمد مدنی، شیخ الہند......ان حضرات نے ایک وقتی مصلحت کے تحت ایک تحریر لکھ کر دی تھی، وہ تحریر وقتی مصلحت تھی۔ ''المہند علی المفند''۔ وہ لوگ یہ بات کہہ کر میرے اکابر کو مصلحت گو ثابت کرنا چاہتے ہیں، میرے اکابر کو بزدل ثابت کرنا چاہتے ہیں، میرے اکابر کو اپنے مخالف کے مقابل کمزور پالیسی اختیار کرنے والا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ نہیں! میرے اکابر نے ''المہند علی المفند'' لکھی تھی، پورے اعتماد کے ساتھ لکھی تھی، پورے وثوق کے ساتھ لکھی تھی، پورے دعوے کے ساتھ لکھی تھی، اس کے اندر انہوں نے اپنا عقیدہ لکھا تھا، وہ وقتی مصلحت نہیں تھی، جو آدمی اسے وقتی مصلحت کہتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، وہ میرے اکابر کی توہین کا مرتکب ہے۔ میں آپ حضرات سے کہتا ہوں کہ آپ حضرات میرے اکابر کی توہین کرنے والوں کے ساتھ نہ جائیں، میرے اکابر نے جو لکھا، ڈنکے کی چوٹ لکھا، مخالف کو للکار کر لکھا، اور اس کے منہ پر ایسی کالک ملی کہ وہ دنیا بھر میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہا۔ یہ میرے اکابر کا کارنامہ تھا، اس کارنامے کو کارنامہ کہیں وقتی مصلحت مت کہیں۔

اس لیے میں اپنے بھائیوں سے کہوں گا، آپ عملی دنیا میں آئے ہیں، عملی دنیا میں قدم رکھنے کے لیے آپ کو بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا، لیکن اپنے اسلاف کے دامن کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھیں۔ میرے والد صاحب فارغ ہونے والے حضرات کو یہی نصیحت کیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ (اوپر کی اشارہ کرتے ہوئے) مجھے کہنے لگے: قارن! ادھر دیکھو، میں نے دیکھا، مجھے کوئی شئی نظر نہ آئی، پھر کہا غور سے دیکھو، (میں نے دیکھا تو) ایک چیل اڑ رہی تھی، میں نے غور کے ساتھ دیکھا تو اس کے پاؤں میں ایک دھاگہ پھنسا ہوا تھا، فرمانے لگے: اس چیل کے پاؤں میں پھنسا ہوا دھاگہ بھی اتنی پرواز کر رہا ہے جتنی چیل پرواز کر رہی ہے، اکابر کے دامن کے ساتھ وابستہ رہو، پروردگار نے جتنی رفعت تمہارے اکابر کو دی ہے،

پروردگار تمہیں بھی اسی کے ساتھ بلندی نصیب کرے گا۔ اگر بلندی چاہیے تو اکابر کے دامن کے ساتھ وابستہ رہیں۔

میں نے آیت پڑھی تھی ''واما بنعمت ربك فحدث'' میرے طلباء بھی اللہ کی نعمت کا شکریہ ادا کریں، اور جن حضرات نے محنت کرکے یہ جماعت تیار کی ہے، اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

اور آخر میں پھر میں اپنے پورے خاندان کی طرف سے اس مدرسہ کی انتظامیہ کو مدرسین کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد بھی دیتا ہوں، دل کی گہرائیوں سے ان کا شکرگزار بھی ہوں کہ میرے ان بھائیوں کے ساتھ ساتھ انہوں نے میرے خاندان کے ایک فرد کو بھی تعلیم سے آراستہ کیا۔ اللہ ان کو جزائے خیر نصیب فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

مجلّہ ''تسکین الصدور'' بہاول پور کے تازہ شمارہ کی فہرست

آئینہ مضامین

سرفراز حسن خان حمزہ

دارالعلوم مدنیہ بہاول پور کی تقریب ختم بخاری شریف

(۱۴۳۳ھ......۲۰۱۲ء)

مؤرخہ ۱۶ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ بمطابق 7 جون 2012ء بروز جمعرات بعد نماز مغرب و عشاء بمقام جامع مسجد ابوبکر صدیق ماڈل ٹاؤن سی، بہاول پور میں دارالعلوم مدنیہ بہاول پور کی سالانہ تقریب ختم بخاری شریف منعقد ہوئی، جس میں ملک عزیز پاکستان کے دور دراز سے اکابر علماء، مشائخ عظام و شیوخ حدیث تشریف لائے اور علاقہ بھر کے عوام نے بھرپور شرکت فرمائی۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

☆...... بعد نماز مغرب دارالعلوم مدنیہ بہاول پور کے مدرس، استاذِ محترم صاحبزادہ حضرت مولانا مفتی احمد سفیان صاحب مدظلہ کے افتتاحی کلمات کے بعد پہلی نشست کا باقاعدہ آغاز دارالعلوم کے شعبہ تجوید کے مدرس حضرت مولانا قاری محمد اقبال صاحب مدظلہ کی تلاوت سے ہوا۔

☆...... پھر دارالعلوم ہی کے طالب علم محمد عارف شوکت صاحب نے نعتیہ کلام پیش فرمایا۔

☆...... ان کے بعد خطیب اسلام حضرت مولانا عبدالکریم ندیم صاحب مدظلہ نے تقریباً 20 منٹ بیان کیا، دوران بیان انہوں نے فرمایا:

۱......''امام اہل سنت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے اس صدی میں اہل حق کا عظیم نمائندہ بنایا، اللہ نے ان سے بیسیوں کتابیں لکھوائیں، شائد ہی کوئی ایسا عنوان ہو کہ فرق باطلہ کی تردید کے لیے ضرورت ہو اور شیخ سرفراز نے اس پر قلم نہ اٹھایا ہو۔

اسی طرح قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر صاحب چکوال والے، ان سے بھی اللہ تعالیٰ نے اہل سنت کے دفاع کے لیے بہت بڑا کام لیا۔ آج دونوں حضرات کے جانشین یہاں موجود ہیں۔

۲......ایک دن دین پور شریف میں حاضری ہوئی، حضرت میاں مسعود صاحب کی خدمت میں۔ میرے چونکہ شیخ ہیں اس لیے تقریباً ہر ہفتے حاضری ہوتی ہے، ان کی شفقت ہے کہ وہ پوچھتے ہیں کہ کہاں سے آ رہے ہو؟ اب کس طرف جانا ہے؟ ایک دن پوچھنے لگے کہ جب بہاول پور جاتے ہو تو کس جگہ ٹھہرتے ہو؟ میں نے دو تین مدارس کا نام لیا، فلاں جگہ بھی جاتا ہوں، فلاں جگہ بھی جاتا ہوں۔ فرمایا: سارے مدارس اپنے

ہیں، سارے دین کا کام کر رہے ہیں، لیکن قلبی اور طبعی محبت مجھے دار العلوم مدنیہ سے ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ اس وقت جو اس کے سربراہ ہیں (استاد محترم حضرت مولانا مفتی عطاء الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی) انتہائی منکسر المزاج شخص ہیں اور طلباء کی تربیت پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں، مجھے فرمانے لگے جب بھی جایا کرو، کوشش کیا کرو اس مدرسے میں جا کر ٹھہرا کرو۔ میں صرف یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ بزرگوں کی ان اداروں کی طرف توجہات ہیں، اور یہ اس توجہ کا اثر ہے کہ کہاں کہاں کے اکابرین آج یہاں پر جمع ہیں۔''

☆...... ان کے بعد جہان سومرو، حیدر آباد (سندھ) سے تشریف لانے والے اس تقریب کے مہمان خصوصی شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے سلسلہ کے عظیم مرشد جانشین قائد اہل سنت، پیر طریقت، شیخ الحدیث حضرت مولانا حبیب الرحمٰن سومرو صاحب مدظلہ (خلیفہ مجاز: قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ) نے مختصر بیان فرمایا۔ (انتہائی افسوس کے ساتھ عرض ہے کہ حضرت سومرو صاحب کے بیان کے آغاز میں بجلی کے اچانک چلے جانے کی وجہ سے ان کے بیان کا ابتدائی حصہ ریکارڈ نہ ہو سکا۔ جو ہو سکا وہ اسی شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔)

☆...... ان کے بعد حضرت مولانا یار محمد عابد صاحب نے خطاب فرمایا۔

☆...... ان کے بیان کے بعد 50 حفاظ کرام کی دستار بندی کی گئی اور ساتھ ہی نماز عشاء کے لیے وقفہ کا اعلان کر دیا گیا۔

☆...... بعد از عشاء تلاوت کے بعد لاہور سے تشریف لائے ہوئے مہمان حافظ عبد الباسط خان صفدر نے منظوم کلام پیش فرمایا۔

☆...... ان کے بعد جامعہ فاروقیہ شجاع آباد کے مدیر مولانا زبیر احمد صدیقی صاحب نے 20 منٹ خطاب فرمایا۔

☆...... ان کے بعد آخری حدیث کی تلاوت ہوئی جو بعد از قرعہ اندازی اس ناچیز کے حصہ میں آئی تھی۔

☆...... پھر حضرت حکیم العصر، شیخ الحدیث، استاذ العلماء مولانا عبد المجید لدھیانوی مدظلہ العالی کا نہایت ہی دردمندانہ ایمان افروز مفصل بیان ہوا جو گھنٹہ بھر جاری رہا۔ آخر میں حضرت نے اپنی تمام اسناد کے ساتھ فضلائے کرام کو اجازت حدیث سے سرفراز فرمایا۔ (حضرت کا بیان بھی اسی شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔)

☆...... ان کے بعد بندہ کے والد ماجد محقق اہل سنت، وکیل احناف، خطیب اسلام حضرت مولانا عبد الحق خان بشیر مدظلہ کا ایمان کو جلا بخشنے والا خطاب ہوا۔ (مکمل بیان اسی شمارہ میں قارئین ملاحظہ فرمائیں۔)

☆...... آخری نشست کا آخری بیان بندہ کے عم محترم جامع المعقول والمنقول، شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا علامہ عبد القدوس خان قارن مدظلہ (فرزند ارجمند وتلمیذ رشید وخلیفہ مجاز: حضرت امام اہل سنت

رحمہ اللہ) کا حکم و نصائح سے بھرپور جامع و پرلطف بیان ہوا۔ (حضرت کا بیان بھی شامل اشاعت ہے۔)

☆...... حضرت قارن صاحب مدظلہ کے بیان کے بعد دارالعلوم کے درجہ عالیہ کے طالب علم مولوی محمد ارشد حنیف نے الوداعی نظم پڑھی۔

☆...... اس کے بعد 36 فضلائے کرام کی دستار بندی کی گئی۔ جن کے اسماء، سابقہ شمارہ میں شائع ہو چکے ہیں۔

☆...... آخر میں اس تقریب کے دوسرے مہمان خصوصی شیخ المشائخ، حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کے جانشین، پیر طریقت حضرت مولانا ابوالسعد خواجہ خلیل احمد صاحب مدظلہ (سجادہ نشین: خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف) نے اختتامی دعا فرمائی۔ یوں یہ مبارک اور یادگار تقریب بخیر و خوبی اختتام کو پہنچی۔

☆...... تقریب میں شرکت کرنے والے دیگر اکابر و مشائخ اور علماء میں

استاد محترم، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف صاحب مدظلہ العالی [شیخ الحدیث: دارالعلوم مدنیہ، بہاول پور]

شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دھرم کوٹی مدظلہ العالی [شیخ الحدیث: جامعہ صدیقیہ، بہاول پور]

مناظر اسلام حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی صاحب مدظلہ العالی [رئیس شعبہ تخصص فی الدعوۃ، جامعہ خیر المدارس ملتان]

استاذ المجاہدین حضرت مولانا قاری محمد صادق صاحب مدظلہ العالی [استاذ الحدیث: جامعۃ الصابر، بہاول پور]

حضرت مولانا مفتی محفوظ احمد صاحب مدظلہ العالی [رئیس دارالافتاء: جامعۃ الصابر بہاول پور]

حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن ضیاء صاحب مدظلہ العالی [مدیر: مدرسہ تعلیم القرآن حسینیہ، سرگودہا]

حضرت مولانا قاری عبیداللہ عامر صاحب مدظلہ العالی [مدرس: جامعہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ]

صاحبزادہ امام اہل سنت حضرت قاری عنایت الوہاب خان ساجد صاحب مدظلہ العالی [گکھڑ، گوجرانوالہ]

وکیل احناف حضرت مولانا مفتی رب نواز صاحب مدظلہ العالی [مدرس: جامعہ فتحیہ، احمد پور شرقیہ]

فاضل نوجوان حضرت مولانا حافظ زاہد حسین رشیدی صاحب مدظلہ العالی [مدیر: جامعہ تعلیم النساء چکوال]

فاضل نوجوان، برادر مکرم حضرت مولانا احسن خدامی صاحب مدظلہ العالی [فاضل: جامعہ مدنیہ جدید، لاہور]

وغیرہم حضرات شامل ہیں۔

اس تقریب میں تشریف لانے والے بہت سے مہمانان گرامی، اکابر علماء و مشائخ اس ناچیز کی دعوت پر تشریف لائے اس لیے بندہ عاجز فرداً فرداً سب کا تہہ دل سے شکر گزار اور ممنون ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سب کو اپنی جناب سے اپنے شایان شان جزائے خیر نصیب فرمائے اور جملہ اکابر کا سایہ تادیر صحت و عافیت و تندرستی کے ساتھ ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے۔

☆......☆......☆......☆

نتیجۂ فکر: مولانا جمیل الرحمٰن اجملؔ عباسی

فضلاء کا اپنے جامعہ کو الوداعی سلام

اے علمِ دیں کے عظیم مرکز، محبتوں کا سلام تجھ کو
حسیں چمن سے، بچھڑنے والوں، کے آنسوؤں کا سلام تجھ کو

حدیث و قرآن کی صدائیں، اصول واحکام کی فضائیں
حسین ماضی، حسیں مناظر، حسیں رُتوں کا سلام تجھ کو

اداس چہرے، ہیں بھیگی پلکیں، حزیں طبیعت ہیں دورہ والے
طویل مدت، کے باسیوں کے، دکھے دلوں کا سلام تجھ کو

اساتذہ ہیں، سراپا شفقت، علوم وتقویٰ کے آسماں ہیں
انہیں کے سائے میں جو گذارے، حسیں دنوں کا سلام تجھ کو

تلاوتوں کی چہک ہے ہر دم، مذاکروں کی مہک ہے ہر دم
بہارِ گلشن، چہکتے بلبل، کھلے گلوں کا سلام تجھ کو

علومِ نبوی سے ہم کو سینچا، بڑی محبت سے تربیت کی
پیارے محسن دل وجگر کی ہو دھڑکنوں کا سلام تجھ کو

کبھی بھلائی نہ جا سکیں گی، رفاقتوں کی حسین یادیں
سدا رہی جن پہ مسکراہٹ، انہیں لبوں کا سلام تجھ کو

ہزار حسرت کہ چھن رہا ہے تجھی سا دلکش حسیں ادارہ
مگر تو دل میں سدا بسے گا، ہو قربتوں کا سلام تجھ کو

ہوں شیخ صاحب یا مہتمم ہوں، اساتذہ ہوں یا اپنے ساتھی
سبھی کی چاہت بجی ہے دل میں، عقیدتوں کا سلام تجھ کو

اے باغِ نبوی، اے یادِ صفہ تو یونہی مہکے، تو یونہی پھولے
تجھی سے ماحول ہے معطر، ہو خوشبوؤں کا سلام تجھ کو

جمیلؔ کی التجا یہی ہے اکابریں کا نہ چھوٹے دامن
ترا اے مکتب! سبق یہی تھا، ہو نسبتوں کا سلام تجھ کو